عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

جمادی الاوّل ۱۴۲۸ھ

جون 2007ء

جلد ۳۹/۱۱ شمارہ ۵

خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ

موت سے پہلے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا علماء سے خطاب

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

مرزا ناصر کو دعوتِ اسلام خطاب اسلام آباد

عامر چیمہ شہیدؒ حیات و خدمات

www.khatm-e-nubuwwat.com E-mail: mahanamalolaak@yahoo.com

ماہنامہ
لولاک
ملتان

شمارہ ۵ .... جلد ۳۹/۱۱

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ — مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ — مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ — فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ — حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ — شیخ الحدیث مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ — حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ — صاحبزادہ طارق محمودؒ

بانی: مجاہد ختم نبوۃ حضرت مولانا تاج محمودؒ

زیر سرپرستی: خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم

زیر سرپرستی: پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مدظلہ العالی

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

سرکولیشن منیجر: رانا محمد طفیل جاوید

منیجر: قاری محمد حفیظ اللہ

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا عزیز الرحمن ثانی	مولانا فقیر اللہ اختر
مولانا مفتی حفیظ الرحمن	مولانا محمد نذر عثمانی
مولانا قاضی احسان احمد	مولانا غلام حسین
مولانا محمد طیب فاروقی	مولانا محمد اسحاق ساقی
مولانا محمد قاسم رحمانی	مولانا غلام مصطفےٰ
مولانا عبدالستار حیدری	مولانا عبدالحکیم نعمانی
چوہدری محمد اقبال	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا محمد حسین ناصر	مولانا عبدالرزاق

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

ناشر: عزیز احمد — مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان — مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۃ الیوم

مولانا فضل الرحمٰن کے گھر پر راکٹ باری	چیف ایڈیٹر	3
وفاقی وزیر داخلہ پر خونی حملہ	چیف ایڈیٹر	4

مقالات ومضامین

حضرت موسیٰ کاظم رحمہ اللہ	مولانا ابوالحسن علی ندوی	5
حضرت فاطمۃ الزہرہؓ	مولانا عبدالعلی فاروقی	8
موت سے پہلے حضرت امام مالکؒ کا علمائے سے خطاب	ادارہ	11
حضرات صحابہ کرامؓ کی عظمت وعفت	حافظ محمد اسحاق	14
صفائی معاملات ادائیگی حقوق	مولانا محمد اکرم طوفانی	17
ارشادات مولانا محمد یوسف دہلوی رحمہ اللہ	مولانا جمیل احمد میواتی	31
حضرت خالد بن ولیدؓ	مولانا عطاالرحمٰن خانوخیل	35
ایک بہادر ماں	جناب محمد امین	46
قرآن بلند کرتا ہے	حافظ محمد ندیم قاسمی	48
عامر چیمہ شہیدؒ حیات وخدمات	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	49
وفاق المدارس کا اعلامیہ	مولانا قاری محمد حنیف جالندھری	51

رد قادیانیت

مرزا ناصر کو دعوت اسلام	مولانا اللہ وسایا	20

متفرقات

جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	54
تبصرہ کتب	ادارہ	56

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

حضرت مولانا فضل الرحمٰن کے گھر پر راکٹ باری!

عبدالخیل ڈیرہ اسماعیل خان حضرت مولانا فضل الرحمٰن کے گھر پر راکٹ داغا گیا جس کے چلنے سے مکان کی بیرونی چار دیواری گر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کا معاملہ فرمایا کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ اس پر جمعیت علمائے اسلام نے ملک بھر میں ۲۷؍اپریل کو یوم احتجاج منایا۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن ملک کی معروف مذہبی وسیاسی جماعت کے قائد وامیر ہیں۔ پاکستان کی پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ قائد حزب اختلاف ہیں۔ اتنی بڑی شخصیت کے آبائی گھر پر حملہ یہ ایک سوچی سمجھی سکیم ہے۔

سرحد میں آئے روز بم پھٹنا، حملے ہونا، یہ سب کچھ ایک پلاننگ کے تحت ایجنسیاں کرا رہی ہیں۔ تاکہ سرحد میں مجلس عمل کی حکومت کو ناکام گردانا جاسکے۔ ورنہ دنیا جانتی ہے کہ پاکستان کا واحد صوبہ سرحد ایسا صوبہ ہے جہاں مجلس عمل کے برسراقتدار آنے کے باعث جرائم میں نہ صرف کمی آئی بلکہ امن وامان کے حوالہ سے یہ ایک مثالی صوبہ شمار ہونے لگا ہے۔

جو لوگ دین ومذہب والوں کو زندہ دیکھنا پسند نہیں کرتے اس صورت حال سے ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ وہ شب وروز اس دھن میں لگ گئے کہ کسی طرح مجلس عمل کو ناکام ثابت کیا جاسکے۔ ہمیں تسلیم ہے کہ صوبہ سرحد میں افغان مہاجرین کی بڑی تعداد رہ رہی ہے۔ ان میں یقیناً بہت سے لوگ دہشت گردی میں ملوث ہوں گے۔ لیکن وہ افغان مہاجرین وفاقی حکومت کے زیر انتظام ہیں۔ ان کی وجہ سے مسائل کا پیدا ہونا اور اس کا تدارک وفاق کی ذمہ داری ہے۔ ایک مقتدر قومی ومذہبی اور سیاسی رہنما پر حملہ کرنے والوں کا کھوج لگانا، انہیں عبرتناک سزا دینا، یہ حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہے۔ ورنہ سمجھا جائے گا کہ یہ سب کچھ دینی قوتوں کو بدنام کرنے۔ اپنے راستہ سے ہٹانے کے لئے کھیل کھیلا جارہا ہے۔

صوبہ سرحد میں فرقہ وارانہ فسادات

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے زمانہ میں لسانی ومذہبی فسادات کی داغ بیل ڈالی گئی۔ لسانی حوالہ سے سندھ اور مذہبی فسادات کے حوالہ سے پنجاب سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ ایک عشرہ تک اس خوفناک صورت حال سے پاکستانی قوم کو ذھنا پریشان ومفلوج رکھا گیا۔ خدا خدا کر کے دس سال بعد اس سے قوم کو کچھ خلاصی نصیب ہوئی تو اب

سرحد کے قبائل پارہ چنار، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان میں دوبارہ فرقہ وارانہ فسادات کو برپا کیا جارہا ہے۔ ہماری سوچ پرمبنی برحق رائے ہے کہ پہلے دن سے ہی ان فسادات کے پیچھے ایجنسیوں کا ہاتھ ہے۔ سرحد حکومت کی بالغ نظری سے وقتی طور پر ایک جگہ امن ہوتا ہے تو پھر دوسری جگہ دھواں اٹھنے لگتا ہے۔ اسے بجھانے سے قبل تیسری جگہ شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ ممکن ہے اس تناظر میں ایران پر متوقع امریکی حملہ کے عناصر بھی شامل ہوں۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ یہ صرف اور صرف سرحد حکومت کو ناکام کرنے کی ایک گہری چال ہے۔ تاکہ اس کے خلاف کوئی اقدام کرنے کا جواز مہیا ہوسکے۔

وفاقی وزیرداخلہ پر خونی حملہ

وفاقی وزیرداخلہ جناب آفتاب احمد خان شیرپاؤ نے چارسدہ میں جلسہ عام سے خطاب کیا۔ جونہی جلسہ ختم ہوا اور وہ اسٹیج سے اتر کر اپنی گاڑی میں سوار ہونے کے لئے روانہ ہوئے تو ایک خودکش بمبار نے دھماکہ کردیا جس سے موقع پر ۳۵افراد جاں بحق اور پچاسوں زخمی ہوگئے۔ یہ واردات اتنی لرزہ خیز تھی کہ وہاں قیامت صغریٰ قائم ہوگئی۔ چاروں طرف آہ وبکاء نے محشر برپا کردیا۔

اس وقت تک کی اطلاعات کے مطابق بم روسی ساخت کا تھا۔ جیکٹ بھی روسی تھی۔ بمبار آدمی کا سر ملنے سے اس کا حلیہ افغانی لگتا ہے۔ آج ان سطور کے لکھتے وقت انقرہ میں پاکستانی وافغانی صدور کی ملاقات ہونا ہے۔ اس چارسدہ کے واقعہ پر افغانی صدر کرزئی کا تبصرہ یہ ہے کہ: ''چارسدہ کے واقعہ نے پاکستانی وافغانی کوششوں میں یکجہتی کی ضرورت کو مزید اجاگر کردیا ہے۔''

ان سب کڑیوں کو ملایا جائے تو بات بہت آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ امریکہ بہادر ان واقعات سے ہمیں دہشت زدہ کرکے من مانی شرائط کے جال میں مزید جکڑنے کے درپے ہے۔ اس واقعہ کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ اگر اس ملک میں وفاقی وزیرداخلہ محفوظ نہیں تو باقی ملک کے عوام کا کیا حال ہوگا۔

وفاقی حکومت کے بعض کارندوں نے اپنی ناکامی چھپانے کے لئے صوبائی حکومت کو جائے نشانہ پر رکھ لیا ہے۔ صوبائی حکومت سرے سے اس جلسہ کی عدم اطلاع کا کہہ کر اس کا بوجھ وزارت داخلہ کے کندھوں پر لادنا چاہتی ہے۔ واقعات جو بھی ہوں تاہم اتنی بات متعین ہے کہ امن وامان کے حوالہ سے پاکستان کی صورت حال پریشان کن اور حیران کن ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات، راکٹ حملے، خودکش حملے، جامعہ حفصہ، عدالتی قضیہ، اس تمام صورت حال نے عوام کے پاؤں تلے جو آگ کے انگارے دھکائے ہیں کاش حکمران اپنے دماغوں میں اس کی حرارت وتپش محسوس کریں۔ تاکہ پاکستان کو استحکام اور عوام کو سکون نصیب ہو۔ آمین!

حضرت موسیٰ کاظمؒ!

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

نام ونسب: موسیٰ نام، ابوالحسن کنیت اور کاظم لقب ہے۔ ان کے والد امام صادقؒ اور جد امجد امام باقرؒ اپنے عہد کے ممتاز ترین اور بلند پایہ علماء میں تھے۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، ہاشمی، علوی اور مدنی تینوں نسبتوں سے مشہور ہیں۔ ان کی دادی فروہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پوتے قاسم بن محمدؒ کی صاحبزادی تھیں۔ اس طرح ننہالی شجرہ کے مطابق ان کی رگوں میں صدیقی خون بھی رواں تھا۔

ولادت: ۱۲۸ ہجری میں مدینہ کے قریب ابواء نامی ایک مشہور قریہ میں پیدا ہوئے اور پھر تمام عمر مدینہ ہی میں سکونت پذیر رہے۔

فضل وکمال: موسیٰ الکاظم اس خانوادہ علم کے گوہر شب چراغ تھے جس کا ہر ہر فرد آسمان فضل وکمال کا بدر کامل اور مسند علم کا شیخ الکل تھا۔ اس لئے امام کاظم کو دولت علم گویا وراثتاً نصیب ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ جود وکرم، عبادت وریاضت، تضرع وانکسار اور تقویٰ وپاکبازی کا پیکر مجسم تھے۔ ابوحاتم ان کو امام المسلمین کہتے ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ: ’’کان صالحاً عابداً جواداً حلیما کبیر القدر ‘‘﴿وہ صالح، عبادت گزار، حلیم الطبع، سخی اور جلیل المرتبت ہے۔﴾

حدیث: انہوں نے تبحر علمی اور جلالت فنی کے باوجود اپنی زیادہ تر توجہ عبادت اور تبلیغ دین میں صرف کی۔ اسی وجہ سے ان کی روایات کی تعداد بہت کم ملتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ ان سے مروی تھوڑی سی حدیثیں بھی صحیح معنی میں ’’بقامت کہتر بہ قیمت بہتر‘‘ کی مصداق ہیں۔ حدیث میں انہوں نے اپنے باکمال والد جعفر بن محمد الملقب بہ صادق کے علاوہ عبداللہ بن دینار اور عبدالملک بن قدامہ الجمحی سے استفادہ کیا تھا۔ ممکن ہے ان کے حلقہ شیوخ میں کچھ اور ائمہ بھی شامل ہوں۔ لیکن طبقات وتراجم میں ان کے صرف مذکورہ تین ہی اساتذہ حدیث کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں بھی ثانی الذکر سے امام کاظم کے تلمذ کو حافظ ابن حجر نے مشتبہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اگر موسیٰ کاظم کا سنہ ولادت ۱۲۸ ہجری مستند اور صحیح ہے تو پھر عبداللہ بن دینار سے ان کے حصول تلمذ کا کوئی سوال نہیں۔ کیونکہ ابن دینار کی وفات اس سے پہلے ہی ۱۲۷ ہجری میں ہوگئی تھی۔ خود ان کے دریائے فیض سے سیراب ہونے والوں میں ان کے دو بھائی علی ومحمد اور صاحبزادگان ابراہیم حسین، اسماعیل، علی، رضی کے علاوہ صالح بن یزید اور محمد بن صدقۃ العنبری کے نام قابل ذکر ہیں۔

ثقاہت: ان کی ثقاہت اور صداقت کو علمائے فن نے بالاتفاق ہر قسم کے ریب وشک سے بالاتر قرار دیا ہے۔ ابوحاتم ’’ثقۃ صدوق، امام‘‘ کہتے ہیں۔

عبادت: عبادت وریاضت کا خاص اہتمام تھا۔ کثرت عبادت کا یہ عالم تھا کہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم شمار ہوتے تھے۔ حافظ ابن جوزی نے صفوۃ الصفوۃ میں ان کا بہت نمایاں تذکرہ کیا ہے۔ علامہ ابن کثیر

رقمطراز ہیں کہ:''کان کثیرا العبادة واللشأة'' حتیٰ کہ جب ہارون الرشید نے ان کو دیوار زندان کے پیچھے ڈال دیا تو بھی ان کے شب وروز کے معمولات میں کوئی فرق نہ آ سکا۔ چنانچہ قید خانہ کی ایک عینی راویہ نے ان کے دن رات کے معمولات یہ بیان کئے ہیں:

''کان اذا صلی لعتمة حمد الله ومجده ودعاه فلم یزل کذلك حتی یزول اللیل فاذا زال اللیل قام یصلی حتی یصلی الصبح ثم یذکر قلیلاً حتی تطلع الشمس ثم یقعدالی ارتفاع الضحی ثم یتهیا ویستاك ویاکل ثم یرقدا لی قبل زوال ثم یتوضأ ویصلی حتی یصلی العصر ثم یذکر فی القبلة حتی یصلی المغرب ثم یصلی مابین المغرب والعتمة (تاریخ بغداد ج۱۳ ص۳۱)'' ﴿وہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد برابر ذکر وفکر اور حمد وثنا میں مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ جب کافی رات گزر جاتی تو اٹھ کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے اور صبح تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پھر فجر کی نماز پڑھ کر طلوع آفتاب تک تھوڑا ذکر کرتے پھر کافی دیر تک مراقبہ میں بیٹھتے۔ پھر مسواک وغیرہ کرتے اور کھانا تناول فرماتے اور پھر زوال سے قبل تک استراحت کرتے۔ پھر وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کرتے اور عصر تک پڑھتے رہتے۔ پھر قبلہ رو ہو کر ذکر اللہ میں مصروف رہتے اور مغرب کی نماز تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پھر نماز مغرب پڑھنے کے بعد عشاء تک مسلسل نوافل پڑھتے رہتے۔﴾

ان معمولات کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ امام کاظم کثرت عبادت وریاضت کے ساتھ اپنی روح وجسم کے حقوق سے بھی پوری طرح عہدہ برآ ہوتے تھے۔ مذکورہ بالا بیان کی راویہ اخت سندی، جو زندان میں امام صاحب کی خدمت پر مامور تھی جب بھی ان کو دیکھتی تو کہتی کہ بڑے ہی بدنصیب اور ناکام ہیں وہ لوگ جو خدا کے ایسے صالح اور عبادت گزار بندے سے تعرض کرتے اور انہیں پریشان کرتے ہیں۔ حافظ ذہبی انہیں صالح، عابد، جواد، حلیم اور جلیل المرتبت لکھتے ہیں۔

سخاوت: جود وسخاوت، سیرچشمی اور فیاضی اہل بیت کرام کا ایک مشترکہ وصف اور خصوصی تمغۂ امتیاز تھا۔ امام کاظم بھی اس وصف کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں کہ''کان احد کبار العلمأ الا جواد'' ﴿وہ ان اکابر علماء میں سے تھے جو سخاوت کی صفت سے متصف تھے۔﴾

امام ذہبی رقمطراز ہیں کہ:''کان موسیٰ من اجواد الحکماء'' ﴿موسیٰ کاظم بہترین حکماء میں تھے۔﴾ ان کی داد ودہش اور فیاضی وسیرچشمی کے بکثرت واقعات خطیب کی تاریخ بغداد اور یافعی کی مرأۃ الجنان میں منقول ہیں۔

قید وبند کی صعوبتیں: تاریخ اسلام میں ایسے اہل دعوت وعزیمت علماء کی کافی تعداد ملتی ہے۔ جنہوں نے حق وصداقت اور ایمان وایقان کے چراغ روشن رکھنے کی خاطر دار ورسن اور قید وبند کے تمام شدائد وصعوبتوں کو بطیب خاطر انگیز کیا۔ بلکہ کتنوں نے تو اسی راہ میں اپنی جان بھی جان آفرین کے سپرد کر دی۔ لیکن ان کے پائے ثبات واستقلال میں ذرہ برابر تزلزل نہ پیدا ہو سکا۔ امام موسیٰ کاظمؒ بھی دوبار اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے تھے۔

سب سے پہلے خلیفہ مہدی نے ان کو قید کیا تھا۔ لیکن اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد اس نے خواب میں حضرت علیؓ کی زیارت کی۔ جن کے چہرے سے سخت ناراضگی کے آثار عیاں تھے اور وہ خلیفہ کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے: ''فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فى الارض وتقطعوا ارحامكم'' ﴿تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔﴾

چنانچہ اس کے بعد مہدی نے موسیٰ کاظم کو اس شرط پر فوراً رہا کر دیا کہ وہ اس کے اور اس کے لڑکوں کے خلاف خروج نہ کریں گے اور امام صاحب کو تین ہزار دینار دے کر بصد اعزاز و اکرام مدینہ واپس بھیج دیا۔

پھر ہارون الرشید کے ایام خلافت میں ایک مرتبہ اسے خبر ملی کہ عوام امام موسیٰ کاظم کے ہاتھوں پر بیعت کر رہے ہیں۔ اس سے اس کو بہت اندیشہ لاحق ہوا۔ چنانچہ رمضان ۱۷۹ ہجری میں جب خلیفہ مذکورہ عمرہ کی غرض سے حرمین گیا تو واپسی میں امام صاحب کو بھی اپنے ہمراہ بصرہ لیتا آیا اور وہاں کے والی عیسیٰ بن جعفر کے پاس مقید کر دیا۔ وہ ایک سال تک وہاں رہے۔ اس کے بعد پھر بغداد کے مرکزی قید خانہ میں منتقل کر دیئے گئے اور تادم حیات وہیں رہے۔

قید بے جا سے رہائی کی دعا: امام کاظم کی بلندی شان کی ایک بین دلیل یہ بھی ہے کہ بغداد کے زمانہ اسیری میں انہیں عالم رؤیا میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ ان سے فرما رہے تھے کہ: ''اے موسیٰ! یقیناً تم مظلوم ہو۔ میں چند کلمات تلقین کرتا ہوں۔ اگر تم ان کا ورد کرو تو آج ہی شب تم قید سے رہا ہو جاؤ گے۔ وہ کلمات یہ ہیں:'' یاسامع كل صوت یاسائق الفوت یاكاسئ العظام لحماً ویامنشرها بعد الموت ۔ أسألك بأسمائك الحسنى وباسمك الأعظم الاكبر المخزون المكنون الذى لم يطلع عليه احد من المخلوقين ۔ يا حليماً ذااناة لايقوى على اناته يا ذالمعروف الذى لاينقطع ابداً ولا يحصى عدداً فرج عنى''

صاف گوئی: قید خانہ ہی سے انہوں نے خلیفہ کے نام ایک خط لکھا تھا جو ان کی صاف گوئی، جرأت اور حق گوئی کا پورا عکاس ہے۔ اس خط میں تحریر تھا:

''امابعد يا امير المومنين انه لم ينقص عنى يوم من البلاء الا انقضى عنك يوم من الرخاء حتى يفضى بناذلك الى يوم يخسر فيه المبطلون (البدایہ والنہایہ ج۱۰ ص۱۸۳)''

﴿اے امیر المومنین! جوں جوں میری آزمائش کے ایام گزر رہے ہیں ویسے ویسے تمہارے عیش و راحت کے دن بھی کم ہوتے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم دونوں ایک ایسے دن ملیں گے جب برا عمل کرنے والے خسارہ میں رہیں گے۔﴾

وفات: کامل ۷۳ سال دنیائے علم و عمل کو منور رکھنے کے بعد ۲۵ رجب ۱۸۳ ہجری کو یہ شمع فروزاں گل ہوگئی۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ بغداد کے قید خانہ میں ان کی وفات ہوئی۔ بغداد میں آج بھی ان کا مزار مشہور آفاق اور مرجع انام ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ!

حضرت مولانا عبدالعلی فاروقی

حضرات حسنینؓ کی والدہ محترمہ اور رسول خدا ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراؓ کی ولادت بعثت نبوی سے تقریباً پانچ سال پہلے اس وقت ہوئی جب کعبہ مکرمہ کی تعمیر نو ہو رہی تھی۔ اسی تعمیر کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے نہایت ہی خوش تدبیری کے ساتھ سنگ اسود کو اس کی جگہ رکھ کر باہمی جنگ کے بہت بڑے خطرے کو ٹالا تھا اور آپ کی اس حسن تدبیر نے عرب کے تمام قبائل کے دلوں میں آپ کی عظمت واحترام میں اضافہ کر دیا تھا۔

حضرت فاطمہ زہراؓ کی ولادت کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف ۳۵ سال سے کچھ زائد تھی۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۱)

حضور اکرم ﷺ کی تمام اولاد نرینہ کی وفات بالکل بچپن ہی میں ہو گئی تھی۔ چاروں بیٹیوں میں سے بھی تین کی وفات آپ ﷺ کے سامنے ہی ہو گئی تھی۔ صرف حضرت فاطمہؓ کی وفات رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ہوئی۔ اس لئے آخر میں تو رسول اکرم ﷺ کی توجہات ومحبت کا مرکز فطری طور پر وہی بن گئی تھیں۔ لیکن یوں بھی وہ حضور ﷺ کی بہت ہی چہیتی بیٹی تھیں اور تاعمر حضور ﷺ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان کو بھی اپنے والد گرامی کی خدمت کرنے اور دکھ درد بانٹنے کا سب سے زیادہ موقع ملا۔

حضرت فاطمہؓ جس وقت چلتیں تو آپ کی چال ڈھال رسول اللہ ﷺ کے بالکل مشابہ ہوتی۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۹۰)

اسی طرح ترمذی شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ میں نے اٹھنے بیٹھنے اور عادات واطوار میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا۔

۲ ہجری میں غزوہ بدر کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے ضروریات زندگی کا کچھ سامان بھی حضرت فاطمہؓ کو دیا تھا۔ جس کی تفصیل حضرت علیؓ نے یوں بیان فرمائی ہے:

”ان رسول اللہ ﷺ لما زوجہ فاطمة بعث منها بخیلة ووسادة من ادم حشوها لین ورحیین وسقاء وجرعتین (ابن ماجه ص ۱۳۹، باب الولیمه)“ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تو ان کے ساتھ ایک بڑی چادر اور ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک چکی اور ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے۔

نکاح کے وقت مشہور روایت کے مطابق حضرت فاطمہؓ کی عمر ۱۵ سال پانچ ماہ اور حضرت علیؓ کی عمر ۲۱ برس

کی تھی۔ حضرت فاطمہؓ کی گھریلو زندگی انتہائی سادہ تھی۔ اپنے ہاتھ سے چکی پیستیں۔ گھر کا سارا کام کاج بھی اپنے ہاتھوں سے انجام دیتیں۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ غلام اور باندیاں آئیں تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو مشورہ دیا کہ اس موقع پر تم حضور ﷺ کی خدمت میں جاکر ایک خادمہ کا مطالبہ کرو۔ جو تمہاری گھریلو ضروریات میں تمہارے ساتھ تعاون کر سکے۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ اسی غرض سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس لئے حضرت فاطمہؓ واپس آ گئیں۔ پھر جب دوسرے وقت حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے تو اس وقت حضرت علیؓ بھی موجود تھے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ فاطمہ تم اس وقت مجھ سے کیا کہنا چاہتی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ تو حیا کی بنا پر خاموش رہیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! فاطمہؓ کے چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھوں میں چھالے اور مشکیزہ اٹھانے کی وجہ سے جسم پر نشان پڑ گئے ہیں۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس کچھ خادم ہیں تو میں نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ یہ آپ ﷺ سے ایک خادم طلب کرلیں۔ تاکہ اس مشقت سے بچ سکیں۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اے فاطمہؓ! کیا تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتادوں جو تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ جب تم رات کو سونے لگو تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ (ابوداؤد ج۲ ص۶۴)

حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی حیات میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی موجودگی میں ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تھا۔ جس کی اطلاع حضرت فاطمہؓ کو ہوگئی اور وہ بہت ہی رنجیدگی کے عالم میں اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا ماجرا بیان کیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے ایک عام خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے اور مجھے خوف ہے کہ وہ اپنے دین کے معاملہ میں فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائے اور پھر بنوعبد شمس میں سے اپنے ایک داماد (ابو العاص شوہر حضرت زینبؓ) کا ذکر فرماتے ہوئے ان کی تعریف کی اور فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے جو کہا وہ سچ کر دکھایا اور مجھ سے جو وعدہ کیا اسے پورا کیا اور میں نہ کسی حلال چیز کو حرام کرتا ہوں نہ حرام کو حلال کرتا ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی بیٹی اور اپنے دشمن کی بیٹی کو (ایک آدمی کے نکاح میں) کبھی جمع نہ کرے گا۔ (بخاری شریف ج۱ ص۴۳۸)

حضرت علیؓ کو جب حضور ﷺ اور حضرت فاطمہؓ کے اس رنج و ملال کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اپنا پیغام واپس لے لیا اور پھر حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں دوسرے نکاح کا ارادہ نہیں کیا۔

حضرت فاطمہؓ نے اپنے شوہر حضرت علیؓ کو اپنی وفات سے قبل یہ وصیت کی تھی کہ آپ امامہؓ سے شادی کر لیجئے گا۔ چنانچہ جب حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت امامہؓ (امامہ حضرت فاطمہؓ کی بھانجی اور حضرت زینبؓ کی صاحبزادی کا نام ہے) بڑی ہوگئیں تو ان کے ساتھ حضرت علیؓ نے شادی کر لی۔ (اسد الغابہ ج۵ ص۴۰۰)

حضرت فاطمہؓ کو حضور اکرم ﷺ کی وفات کا بہت شدید رنج ہوا تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ کی تدفین کے بعد

انہوں نے حضرت انسؓ سے ایک ایسی بات کہی۔ جس سے ان کے دلی کرب و بے چینی کا اظہار ہوتا ہے اور جوان کے دلی غم کی عکاسی ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا:

''یا انس اطابت انفسکم ان تحثوا علیٰ رسول اللہ ﷺ التراب (مشکوۃ شریف ص ۵۴۷)'' اے انسؓ! رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر پر مٹی ڈالنا تم لوگوں نے کس طرح گوارا کیا۔

حضرت فاطمہؓ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی وفات تو ان کی عمر ہی میں ہوگئی تھی۔ پھر تینوں بہنوں کی وفات ہوئی۔ اس سے پہلے صغیرالسن بھائیوں کی وفات ہو چکی تھی۔ اس طرح ان کی دلداری و دلبستگی کا ذریعہ آنحضور ﷺ ہی کی ذات گرامی تھی۔ جن کی چاہت و شفقت کا حال بیان کرتے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:

''کانت اذا دخلت علیہ قام الیھا فاخذ بیدھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ (مشکوۃ شریف ص ۴۰۲)'' جب وہ (حضرت فاطمہؓ) حضور ﷺ کے پاس آئیں تو حضور ﷺ ان کی خاطر کھڑے ہو جاتے اوران کا ہاتھ پکڑ کر چومتے اوران کو اپنی جگہ پر بٹھا لیتے۔

ظاہر ہے کہ ایسے چاہنے والے باپ کی وفات کا حضرت فاطمہؓ کو جتنا بھی رنج ہوا ہو کم ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی وفات پر اگرچہ حضرت فاطمہؓ نے پورے صبر وضبط کا مظاہرہ کیا اور حضور ﷺ کی وصیت کے مطابق ماتم وبین اور بے صبری کے مظاہروں سے گریز کیا۔ تاہم حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ کی زندگی کے بقیہ چند ماہ اس حال میں گذرے کہ آپ بہت مغموم رہا کرتی تھیں۔

حضور ﷺ کی وفات کے ۶ ماہ بعد ہی حضرت فاطمہؓ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ چونکہ اس وقت ان کی اولاد سب ہی کم سنی کے عالم میں تھیں۔ اس لئے ان کی بیماری کے دوران ان کی عیادت و تیمارداری خصوصی طور پر خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہدایت پر ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کیا کرتی تھیں۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اپنی وفات سے قبل حضرت فاطمہؓ نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو وصیت کی تھی کہ وفات کے بعد مجھے غسل آپ ہی دیں۔

چند روز علالت کے بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو بعد نماز مغرب حضرت فاطمہ زہراؓ کی وفات ہوئی اوران کی وصیت کے مطابق حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے غسل دیا۔ (اسد الغابہ ج۵ ص ۴۲۸)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد ج۸ ص ۱۹)

اور رات ہی میں آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوگئی۔ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے ۳ صاحبزادے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت محسنؓ اور صاحبزادیاں حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ ان میں سے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت محسنؓ کی وفات صغر سنی ہی میں ہوگئی تھی۔ بقیہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں حضرت فاطمہؓ کی وفات کے وقت تھے اور حضرات حسنینؓ ہی کے ذریعہ ان کے محترم نانا حضور سرور عالم ﷺ کا سلسلہ نسب چلا۔

موت سے پہلے حضرت امام مالکؒ کا علماء سے خطاب!

ادارہ!

جب حضرت امام مالکؒ کا مرض الموت شدید ہوا اور وقت آخر آ پہنچا تو مدینہ اور دیگر شہروں کے فقہاء اور علماء حضرت امام صاحبؒ کے مکان فیض نشان میں اس غرض سے جمع ہوئے کہ امام صاحبؒ آخری ملاقات سے فیضیاب ہوں اور اس پیشوا کی وصیتوں سے بہرہ یاب ہوں۔ اس وقت ایک سوتیں علماء وفقہاء جمع تھے۔ حضرت امام یحییٰ بن یحییٰ جو اندلس کے عاقلوں میں سے تھے امام صاحبؒ کے آخری وقت موجود تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ کے پاس جاتا اور سلام کرتا کہ شاید اس آخری وقت میں امام صاحبؒ کی نظر مجھ پر پڑ جائے اور آخرت و دنیا کی بہبود حاصل ہو جائے۔ اسی حالت میں ایک دن امام صاحبؒ نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ: ''جس اللہ نے ہم کو خوشی وغمی دکھا کر کبھی ہنسایا کبھی رلایا اس کا شکر ہے۔ اس کے حکم سے زندہ رہے اور اس کے حکم پر جان دیتے ہیں۔'' اس کے بعد فرمایا کہ: ''موت آ گئی ہے۔ خدا تعالیٰ سے ملاقات کرنے کا وقت قریب ہے۔''

سب نے آپ سے قریب ہو کر عرض کیا اے ابو عبداللہ! اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے؟۔ فرمایا! نہایت خوش ہوں صحبت اولیاء اللہ کی وجہ سے۔ میں اہل علم کو اولیاء سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد علماء سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے۔ نیز میں مسرور اور خوش ہوں کیونکہ میری تمام عمر علم کی طلب اور اس کی تعلیم میں بسر ہوئی اور اپنی سعی کو مشکور خیال کرتا ہوں۔ اس لئے کہ جو عمل حق تعالیٰ نے ہم پر فرض کئے یا اس کے پیغمبر ﷺ کی زبان سے پہنچے اور آپؐ کے ارشاد سے ان کا ثواب معلوم ہوا۔ مثلاً حضور سرور کائناتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کی حفاظت کرے اس کو ایسا ثواب ملے گا اور جو کوئی خانہ کعبہ کا حج کرے گا اس کا یہ ثواب ہے اور جو کوئی کفار کے ساتھ جہاد کرے گا اس کا خدا کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے اور ان معلومات کو علم حدیث کے طالب علم کے سوا اور کوئی شخص تفصیل اور صحت کے ساتھ معلوم نہیں کر سکتا۔ یہ علم گویا نبوت کی میراث ہے۔ کیونکہ ادبیات وعقلیات وریاضیات اور ایسے ہی دوسرے علم بغیر طریقہ نبوت کے بھی معلوم کر سکتا ہے۔ برخلاف علم ثواب وعقاب اور علم شرائع وادیان کے۔ کیونکہ بغیر چراغدان نبوت کے ان انوار کو حاصل کرنا محال ہے۔ پس جو شخص اس علم کی طلب میں پڑ گیا اور اسی شوق میں گرفتار رہا عجب کرامات اور ثواب دیکھتا ہے۔

اس کے بعد امام صاحب نے فرمایا جو انبیاء کی کرامت اور ثواب کے مشابہ ہے اور جس کی حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں تم کو ربیعہؒ کی وہ حدیث سناتا ہوں جو اس وقت تک روایت نہیں کی۔ میں نے سنا ہے کہ وہ خدائے بزرگ وبرتر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی نماز خطا کرے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ کس طرح نماز ادا کرنی چاہئے اور یہ شخص اس مسئلہ کو اگر مجھ سے دریافت کرے اور میں اس کو نماز اور سنتوں اور آداب کو بتلا دوں اور اس کے طریقہ ثواب کو بیان کر دوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ کوئی شخص مجھ کو تمام دنیا کی دولت دے اور میں اس کو خدا کے راستہ میں صرف کر دوں۔ خدائے بزرگ وبرتر کی قسم اگر مجھ کو کسی علمی مسئلہ یا

حدیث کی روایات میں کوئی شبہ پیش آئے اور میں اس کی دھن میں اپنے قلب کو ایسا مصروف کردوں کہ دن کو چین ہو نہ رات کو آرام ہو اور تمام شب اس شبہ کے سبب سے میرا دل مکدر رہے اور پھر صبح کے وقت کسی عالم کے پاس جاکر اس کو حل کر کے اطمینان حاصل کروں تو میرے نزدیک ایک سو مقبول حج سے بہتر ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ ابن شہاب یعنی زہریؒ سے میں نے بارہا سنا ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم اگر کوئی شخص اپنی دینی معلومات کے معاملہ میں مجھ سے مشورہ کرے اور اس میں تاویل وفکر کے بعد جیسا کہ مشیر کے ذمہ ہے بہتر رائے قائم کر کے راہ حق بتادے کہ اس کے دین کی اصلاح ہو جائے اور اس شخص کو اس رابطہ وتعلق میں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کوئی خلل پیش نہ آئے تو میرے نزدیک ایک سو غزوہ سے بہتر ہے۔

حضرت یحییٰؒ کہتے ہیں کہ یہ آخری کلام تھا جو انہوں نے حضرت امام مالکؒ سے سنا۔ حضرت امام مالکؒ کے دادا ابی عامرؓ بن عمرو صحابی ہیں اور جنگ بدر کے غازیوں میں۔ امام مالکؒ ۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور آپ کی وفات کا سن ۱۷۹ ہجری ہے۔ آپ اپنی مونچھوں کے ان بالوں کو جو کہ لبوں کے کنارے ہوتے کتر وادیتے اور منڈوانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ نے داڑھی کا کبھی خضاب نہیں کیا اور نہ کبھی حمام کے اندر جاکر غسل کیا۔ امام مالکؒ خوش پوشاک بے حد تھے۔ عدن کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ عدن (ملک یمن) کے کپڑے نفیس اور بیش قیمت ہوتے تھے۔ خراسان اور مصر کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ لباس اکثر سفید ہوتا تھا۔ اکثر عطر لگایا کرتے۔

فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے صاحب ثروت بنایا۔ یعنی مال ودولت عطا کیا ہو اور اس کا اثر اس پر ظاہر نہ ہو تو میں ایسے شخص کو اپنا دوست رکھنا پسند نہیں کرتا ہوں۔ کیونکہ اس نے حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپا کر کفران نعمت کیا ہے۔ عذر (مجبوری) اور بیماری کے سوا سرمہ لگاتے گھر سے باہر تشریف نہ لاتے۔ امام صاحبؒ کی انگشتری چاندی کی تھی۔ اس میں سیاہ رنگ کا نگینہ لگا ہوا تھا اور اس پر حسبنا اللہ ونعم الوکیل کندہ تھا۔ اس کی وجہ آپ نے یہ بتلائی کہ حق تعالیٰ کلام مجید میں مومنین کے حق میں فرماتا ہے کہ قالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل! اس وجہ سے میرا دل چاہتا ہے کہ اس آیت کا مضمون میرا نصب العین رہے اور ہر وقت میرے پیش نظر رہ کر میرے دل پر یہ منقش ہو جائے۔

امام صاحبؒ کی مسجد نبوی میں نشست اس جگہ ہوتی تھی جہاں حضرت عمر فاروقؓ بیٹھتے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے عمر میں کبھی کسی بے وقوف یا کوتاہ عقل والے کے ساتھ ہم نشینی نہیں کی۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بڑی بات ہے جو علماء وفقہاء میں سوائے حضرت امام مالکؒ کے کسی اور کو میسر نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ بیوقوفوں کی صحبت نور علم کو تاریک کر دیتی ہے۔

امام صاحبؒ اپنا کھانا پینا خلوت میں رکھتے تھے۔ اس وجہ سے کسی شخص نے آپ کو کھاتے پیتے نہیں دیکھا۔ علم کی طلب میں آپ نے اپنے مکان کی چھت کو توڑ کر کڑیاں فروخت کر کے کتب خریدا کرتے تھے۔ اس کے بعد دولت کا دروازہ آپ پر کھل گیا تھا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔ ایک روز امام صاحبؒ روایت حدیث فرما رہے تھے کہ ایک بچھو نے نیش زنی شروع کر دی اور شاید دس مرتبہ اس نے کاٹا۔ اس تکلیف کی وجہ سے

امام صاحبؒ کا چہرہ کچھ متغیر ہو کر مائل بہ زردی ہوگیا۔ مگر امام صاحبؒ نے حدیث کے بیان کو قطع نہیں کیا اور نہ اپنے کلام میں کچھ لغزش ظاہر کی۔ جب مجلس حدیث ختم ہوئی تو امام صاحب کے شاگرد عبداللہ بن المبارکؒ نے عرض کیا کہ آج آپ کے چہرہ پر کچھ تغیر محسوس ہوتا تھا تو امام صاحبؒ نے واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ میرا اس قدر صبر کرنا اپنی طاقت وشکیبائی کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ پیغمبر ﷺ کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔

یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ عالم کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ علمی مسائل کو ایسے شخص کے سامنے بیان کرے جو اس کا اہل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں علم کی اہانت اور ذلت ہے۔ آپ مدینہ منورہ میں کبھی سوار ہو کر نہیں نکلے۔ اس کا سبب یہ فرماتے تھے کہ سواری کے سم سے ایسی زمین کے روندنے سے جہاں رسول اللہ ﷺ کی قبر ہو مجھ کو شرم آتی ہے۔ ''موطا'' حضرت امام مالکؒ کی تصنیف ہے جو حدیث کی کتب میں مستند مانی جاتی ہے۔

ماہنامہ لولاک ملتان کیلئے!

نبی کی عزت وحرمت پہ مرنا عین ایماں ہے
سرِ مقتل بھی ان کا ذکر کرنا عین ایماں ہے
ڈراتا ہے ہمیں دار و رسن سے کیوں ارے ناداں
نبی کے عشق میں سولی پہ چڑھنا عین ایماں ہے
جو ختم نبوت کی بنیادوں سے ٹکرائے
میرے نزدیک اس کا سر کچلنا عین ایماں ہے
جدا پروانہ شمع پر یہ راز زندگی کہہ کر
کسی کے عشق میں جلنا پگھلنا عین ایماں ہے
شہیدانِ وفا تقدیر سے جنگ کرتے ہیں
وہ کہتے ہیں راہ الفت میں مرنا عین ایماں ہے
چلا ہوں سوئے مقتل پھر لگانے جان کی بازی
قضاء سے مسکراتے کھیل جانا عین ایماں ہے

خالد الحسینی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گھوٹکی

صحابہ کرامؓ کی عظمت وعفت!

جناب حافظ محمد اسحق

صحابہ کرامؓ ذوالعزو والاحترام قدسی الاصل افضل الا نام اسلامی تنظیم کی وہ عظیم وعفیف ہستیاں ہیں جو مصائب کے تندوتیز جھونکوں میں شمع رسالت کے گرد جمع ہوئیں۔ جب فاران کی بلندی سے حق کا پہلا آواز ہ بلند ہوا تو سنگ باری ہوئی۔ لیکن انہوں نے کلمہ توحید پڑھا اور اس پر ڈٹ گئے۔ پھر کٹ تو گئے لیکن پیچھے نہ ہٹے۔

عفت! عفت کا لغوی معنی حرام کام سے رکنا ہے۔ غیر مستحسن کام سے رکنا، پاک دامن ہونا ہے اور اگر اس پر الف لام داخل کر دیا جائے تو اس کا معنی پارسائی و پاکدامنی ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں حضور نبی کریم ﷺ کے چار کام ذکر کئے گئے ہیں۔

۱...... کتاب اللہ کی تلاوت کرنا۔ ۲...... علم سکھانا۔ ۳...... حکمت سکھانا۔ ۴...... تزکیہ نفس کرنا۔

چنانچہ آفتاب ہدایت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کا ایسا تزکیہ فرمایا شمع ہدایت کی کرنوں سے ان کو ایسا منور فرمایا کہ ظلم وطغیانی کے دلدادہ مجسمہ عدل بن گئے۔ معصیت ولاقانونیت کی تاریک گھاٹیوں میں ڈوبے ہوئے لوگ قانون دان بن گئے۔ حکمران بن گئے۔ کفر وشرک کے سیاہ اندھیروں میں گھسے ہوئے لوگ کفر وشرک کے مقابل ننگی تلوار بن گئے۔

صحابہ کرامؓ دنیا میں سب سے زیادہ برگزیدہ، مقدس اور نہایت ہی بلند منصب پر فائز تھے۔ انبیائے علیہم السلام کے بعد اس جماعت سے بہتر کوئی جماعت نہیں۔ اس گروہ کے ہر ہر فرد کو عدالت وانصاف اور تاریخ ساز سچائی اور شرافت کا جو اعزاز حاصل ہوا۔ اس پر ملائکہ بھی رشک کرتے ہیں۔ ان کی زندگیوں کا جہاز مصائب دہر کے تھپیڑوں میں جبل استقامت بنا رہا۔

یہ لوگ طوفانوں کی تندوتیز موجوں میں بھی اسلام کے دامن رحمت سے وابستہ رہے۔ کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے تزکیہ نفس کا ہی نتیجہ تھا کہ یہ لوگ ہر قسم کی قبیح وغلیظ چیز، فحش ومنکر، ظلم وطغیانی ومعصیت سے پاک وصاف ہو کر مجسمہ عفت وعظمت بن چکے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ بلالؓ نے دوپہر کے وقت کی تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹنا قبول کیا۔ سینے پر پتھر کی بھاری چٹانوں کو قبول کر لیا۔ مگر اسلام کو نہ چھوڑا۔ خبابؓ کو انگاروں پر لٹایا جاتا ہے۔ بدن کی چربی پگھلنے سے انگارے بجھ جاتے ہیں مگر ان کے ایمان میں فرق نہیں آتا۔ سمیہؓ جان دے دیتی ہیں مگر کفر کو پسند نہیں کرتیں۔ خبیبؓ نے سولی پر لٹکنا قبول کر لیا۔ لیکن حضور علیہ السلام کے خلاف ایک کلمہ تک کہنا قبول نہ کیا۔ کیونکہ یہ عفت وعظمت کے خلاف تھا۔ حبیب بن زیدؓ نے اپنے جسم کے ایک ایک عضو کو کٹوا دیا۔ بالآخر جان دے دی۔ لیکن مسیلمہ کذاب کی تصدیق نہ کی۔

یہ ایک دو واقعات نہیں۔ بلکہ تمام حضرات صحابہ کرامؓ افضل الانام کی پوری کی پوری زندگی اس بات پر شاہد اور گواہ ہے کہ اسلام کے بعد کوئی بھی منافی عفت وعظمت کام خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی نفرت ان کے دلوں

میں پیوست ہوگی۔ خدا تعالیٰ کی رضا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ان کی مطمع نظر ٹھہری۔ اسی پر کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

ہر دم رضائے حق تھا فقط مطمع نظر
ترجیح اس کو دیتے تھے اپنے مفاد پر

صحابہ کرامؓ عفت وعصمت کے ایسے پیکر تھے کہ کلام اللہ کے میں خود رب العالمین نے جا بجا ان کی پاک دامنی اور پارسائی کی شہادت دی ہے۔ فرمایا کہ ان کی شان وعظمت کی مثالیں تورات وانجیل میں موجود ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی تقدیس تورات میں

تورات کے میں صحابہ کرامؓ کی عفت وعصمت اور تقدس یوں واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ: ''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کو ساتھ لایا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور تیرے قدموں میں بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔'' غور فرمایئے! سینا سے مراد کوہ طور ہے اور خداوند سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کا عطا کرنا ہے۔ شعیر اور کوہ فاران سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی بشارت ہے اور دس ہزار قدسی یعنی پاک باز، پاک دامن، طاہر، مطہر، مقدس لوگوں سے مراد یہی صحابہ کرامؓ ہیں جو سرور کائنات ﷺ کے ساتھ فتح مکہ کے وقت موجود تھے۔

عظمت صحابہ کرامؓ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کی عظمت وشان اور مقام ومرتبہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ: ''وہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔'' صدق وخلوص ان کے دلوں میں راسخ ہے۔ رشد وہدایت کے علمبردار ہیں۔ خدا نے ان کے دلوں میں ایمان کو سجا دیا ہے اور کفر وگناہ ومعصیت سے ان کو بیزار کر دیا ہے اور تقویٰ وپرہیزگاری کو ان کے لئے لازم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رضائے الٰہی کے لئے وطن چھوڑا اور راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کیں اور یہ لوگ پکے سچے مسلمان ہیں۔ خدا نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی ہے جس کی وجہ سے یہ باہم بھائی بھائی بن گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رضا اور خوشنودی کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے اور یہ لوگ ''خیر البریہ'' ہیں ان کا بدلہ ان کے پروردگار کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ابدا آلاباد تک ان میں رہیں گے۔ یہ لوگ بے مثل ومثال ہیں۔ خدا نے ان کے دلوں میں پتھر پر لکیر کی طرح ایمان لکھ دیا ہے۔ ایمان لائے اور ہجرت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی بڑی شان وشوکت ہے اور فوز وفلاح کے لئے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں۔ خداوند قدوس نے ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی اور جاودانی بہشتوں کی خوشخبری دی ہے۔ اصحاب محمد ﷺ کافروں کے حق میں سخت اور باہم شیر وشکر ہیں۔ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مطیع ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کے عوض ان کی جان و مال کو خرید لیا ہے۔ مجاہد اور عابد ہیں۔ سجاد اور حماد ہیں۔ تورات وانجیل اور قرآن میں خدا تعالیٰ نے ان کو کامیابی اور کامرانی کی سند دی ہے۔ یہ معیار حق ہیں۔ ان کے راستے سے پھرنے والا گمراہ ہے اور دخول جہنم کا حق دار ہے۔

عظمت صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے صحابہؓ امت میں امن کا سبب ہیں۔ میری امت کا بہترین طبقہ ہیں۔ حصول جنت کے لئے ان کی محبت شرط ہے۔ اسلام کی حالت میں ان کو دیکھنے والے پر جہنم حرام ہے۔ میرے صحابہ نجوم ہدایت ہیں جس سے بھی ملو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔ میری امت میں تہتر فرقے بن جائیں گے۔ فقط میرے اور میرے صحابہؓ کے راستے پر چلنے والا جنتی ہوگا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ پوری امت میں افضل، سب سے زیادہ پاکیزہ دلوں والے اور خدا نے انہیں دین کے استحکام اور اپنے رسول ﷺ کی صحبت کے لئے چنا۔ ان کی فضیلت کو پہچانو۔ ان کے نقش قدم پر چلو۔ ان کے اخلاق و سیرت کو مشعل راہ بناؤ۔ کیونکہ یہ شاہراہ ہدایت پر گامزن تھے۔

صحابہ کرام آئمہ عظام اور محدثین کی نظر میں

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال حجت شرعیہ ہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ شریعت محمدیہ کی اساس ہیں۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا طرز زندگی ہی نمونہ اسلام ہے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ محبت صحابہ کرامؓ واجب ہے۔ امام سہلؒ فرماتے ہیں کہ تعظیم صحابہ کرامؓ علامت ایمان ہے۔ الغرض صحابہ کرامؓ وہ مقدس و معظم ہستیاں ہیں جن کو رسول عربی ﷺ نے اپنی ۲۳ سالہ محنت شاقہ کے بعد تیار کیا اور خود اس لشکر جرار کا تزکیہ اور اصلاح کی اور ان کے بال و پر کو سنوار کر مصائب وآلام ومشکلات وحوادث میں جان جوکھوں میں ڈال کر اس برگزیدہ جماعت کی اصلاح کر کے ہر قسم کے عیب دور کر کے انہیں اسلامی اصولوں کا شاہکار بنا کر لاحقین کے لئے ایک مسطر، معیار اور کسوٹی اور سانچہ قرار دیا جو عین اسلام کے مطابق ڈھلا ہوا ہے تو اس پر خدا تعالیٰ نے بھی ان کو معیار ایمان قرار دیا ہے۔

ضروری اعلان!

قارئین لولاک سے گزارش ہے کہ جلد کی تبدیلی کے بعد جن حضرات کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے اور انہیں دفتر ماہنامہ لولاک کی طرف سے بذریعہ خط آگاہ بھی کیا جاچکا ہے۔ لیکن تاحال چندہ ارسال نہیں کیا۔ براہ کرم! چندہ ارسال فرما کر مشکور فرمائیں نیز رسالہ جاری رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق بذریعہ خط آگاہ فرمائیں۔
خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ ادارہ

صفائی معاملات ادائیگی حقوق!

حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری اپنی تصنیف کسب حلال اور ادائیگی حقوق (صفحہ ۲۱،۲۲) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''یہ احادیث ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہیں جو کسی یتیم خانے، مسجد، مدرسہ، دینی انجمن یا قومی انجمن کے متولی یا مہتمم بن کر جھوٹا حساب لکھ کر رجسٹر کر دیتے ہیں اور آمدنی خود کھا جاتے ہیں اور تنخواہ سے زیادہ کچھ غبن کر کے خود استعمال کر لیتے ہیں۔ اسلام اور سماج کے نام پر انجمنیں اور مدرسے قائم کرتے ہیں اور وہ چندہ جمع کر کے ہضم کرتے ہیں اور بے شمار بندوں کا حق کھاتے ہیں۔ کیونکہ وقف اور چندہ کی چیز جو عام طلباء، یتیموں اور مسکینوں کے لئے (یا دیگر حقداروں کے لئے) وقف ہے۔ اس بارے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ فرماتے ہیں یہ بھی واضح رہے کہ کسی مہتمم، خزانچی، متولی (یا دیگر متعلقہ شخص جس کے ذمہ حفاظت کی ڈیوٹی لگائی گئی) کے اجازت دے دینے یا خاموش رہنے سے کسی مدرسہ یا وقف کی چیز حلال نہیں ہو جاتی۔ حلال وحرام کے جو قاعدے شریعت میں مقرر ہیں۔ ان کا خیال رکھنا ضروری یعنی فرض عین ہے۔

موجودہ روش

حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ آج کل لوگ ذرا نہیں جھجھکتے اور بلا تامل مدرسہ اور مسجدوں کی چیزیں استعمال کرتے ہیں۔ کوئی مسجد کا پانی لئے جارہا ہے، کسی نے لوٹا غائب کر رکھا ہے، کسی نے سیڑھی قبضہ کر رکھی ہے، کسی نے چٹائی اڑالی ہے۔ جبکہ پڑھے لکھے لوگوں میں تو یہ بات مشہور ہے کہ کتاب کی چوری چوری ہی نہیں ہے۔ جہاں کسی لائبریری یا کتب خانہ میں کوئی نایاب کتاب ہاتھ لگی اور لے اڑے۔ فرماتے ہیں پند گو بھی محتاج ہو گئے پند کے۔ فرماتے ہیں مجھے ایک بزرگ کا حال معلوم ہوا کہ ایک مدرسہ کے مہتمم تھے اور مدرسہ کی چیزوں کے بارے میں اس قدر سخت تھے کہ دفتر میں اپنا قلم دوات علیحدہ رکھتے تھے اور مدرسہ کا علیحدہ رکھتے تھے۔ اپنا ذاتی خط یا رقعہ یا تعویذ وغیرہ مدرسہ کے قلم سے لکھنا حرام سمجھتے تھے۔ اگر کوئی ذرا سا کاغذ بھی مانگتا تو بلحاظ مروت فرمادیتے تھے۔ مدرسہ کی ضرورت کے لئے مل سکتا ہے۔ ذاتی ضرورت کے لئے نہیں۔

حضرت مولانا بلند شہریؒ نے اسی طرح ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان کی عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر مریض کے پاس بیٹھے تھے کہ اس کی روح جسم سے پرواز کر گئی اور وہ مریض دنیا سے چل بسا۔ لہٰذا جو چراغ اس مریض کے پاس جل رہا تھا اس بزرگ نے اسے فوراً بجھا دیا اور اپنے پاس سے پیسے دے کر تیل منگوا کر روشنی کی۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ جب تک یہ شخص زندہ تھا یہ چراغ اس کی ملکیت تھا۔ جب یہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو اس کی ہر ہر چیز میں وارثوں کا حق ہو گیا۔ لہٰذا ان سب وارثوں کی ہی اجازت سے ہم یہ چراغ استعمال کر سکتے ہیں۔ چونکہ سب یہاں موجود نہیں ہیں کہ ان کی اجازت معلوم ہو۔ لہٰذا اپنے پیسوں سے تیل منگوا کر روشنی کی۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ آج کل ہمارے ہاں مساجد، مدارس، رفاعی اور مذہبی انجمنوں میں یا ان کے دفاتر میں بہت بے احتیاطی ہوتی جارہی ہے۔ ٹیوب جل رہی ہے۔ کمرہ خالی ہے۔ کوئی آدمی بیٹھا نہیں ہے۔ لیکن بجلی بلا مقصد ضائع ہو رہی ہے۔ ہمارے سامنے مسجد ہے۔ بندہ کئی دفعہ جب دفتر سے اٹھ کر باہر نکلتا ہے تو دیکھتا ہے کہ پنکھا چل رہا ہے۔ لیکن نمازی کوئی نہیں ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ کسی نمازی نے پنکھا چلایا۔ نماز پڑھ رہا تھا کہ دوسرا آ کر کھڑا ہوگیا۔ اب اس نے نماز پڑھ کر مسجد سے نکلتے وقت اس قدر بھی خیال نہیں کیا کہ میں بٹن بند کردوں۔ ایک سیکنڈ کا کام ہے۔ لیکن بس نماز پڑھی اور چل دیا۔ پنکھا فضول چل رہا ہے۔ یہ حرام ہے۔ شریعت میں وقف مال کا بلاوجہ استعمال کرنا حرام مطلق ہے۔ میرے سمیت ہم سب سوچیں کہ کیا ہماری طرز زندگی یا ہماری جماعتی زندگی اور کارکردگی موجودہ دور کے مطابق ہی سہی۔ حق ادا ہو رہا ہے یا غفلت کے تمام پردوں سے ہم نے اپنے آپ کو ملفوف کیا ہوا ہے۔ تو پھر ہم کو اس تباہی سے جان بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

یہ میرے سامنے عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کی کتاب جس کا نام ہے اکابر علمائے دیوبند۔ اس کے صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹ پر چند واقعات مندرج ہیں۔ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے اکابر اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو ٹھنڈا اور منور کردے۔ کس قدر محتاط لوگ تھے۔ حضرت مولانا مظہرؒ صاحب صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم کا یہ دستور تھا کہ اوقات مدرسہ میں اگر کوئی ذاتی عزیز ملاقات کے لئے آتا تو بات شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے اور واپسی پر گھڑی دیکھ کر اتنے منٹوں کو تاریخ وار درج کرتے رہتے تھے اور ماہ کے آخر پر ان سب منٹوں کو جمع فرما کر اگر نصف یوم سے کم ہوتا تو آدھے روز کی رخصت اور اگر زائد ہوتا تو پورے روز کی رخصت مدرسہ میں درج کرادیتے۔ کس قدر احتیاط تھی کہ اگر سال میں دس یا پندرہ رخصتیں لیں تو ان میں وضع کروادوں گا۔ تو پھر میرا کیا بنے گا جو میں سارا دن دفتر میں بیٹھا ہوں اور گپ شپ چل رہی ہے اور احساس تک نہیں ہوتا کہ کم از کم موجودہ دور کے مطابق جو عام رشوت خور اور چور ڈاکو جو چھ گھنٹے ڈیوٹی دفتر میں دیتے ہیں اور گھنٹہ دو گھنٹہ کام کرتے ہیں۔ کیا ہم نے اپنا پیغام قوم تک لے جانے کا کچھ اہتمام کیا ہے۔ ہم نے دو گھنٹے، چار گھنٹے تبلیغی مشاغل میں گذارے ہیں۔ یا روزانہ کسی ایک ہی سہی مسجد میں جا کر وعظ ونصیحت سے کلمہ گو مسلمانوں کو موجودہ دور کی سیاہ کاریوں سے آگاہ کیا ہے یا سارا دن دفتر ہی میں رہے ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ۱۳۴۴ ہجری میں یکسالہ قیام حجاز مقدس کے بعد جب سہارن پور تشریف لائے تو یہ کہہ کر مدرسہ کی تنخواہ بند کروادی کہ میں اپنے ضعف اور پیری کی وجہ سے مدرسہ میں پورا پورا کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں۔ اس پر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سرپرستان مدرسہ تشریف لائے اور بہت زور دیا کہ حضرت کے لئے نظامت کا عہدہ تجویز کیا جائے کہ حضرت کے قیام سے سارے مدرسہ والے کام کرسکتے ہیں اور جب طبیعت حاضر ہو تو پڑھادیں اور جب پڑھانا شروع کیا تو ایک معتبر آدمی نے بیان کیا جب کوئی ذاتی ملاقات کے لئے آتا تو حضرت قالین سے نیچے اتر آتے اور پوچھنے پر فرماتے کہ مدرسہ نے یہ قالین سبق پڑھانے کے لئے دیا ہے۔ جب ہم اپنا ذاتی کام کریں تو یہ

قالین استعمال کرنے کا حق نہیں۔ مدرسہ میں حضرت کی دو چارپایاں ذاتی موجود رہتی تھیں۔ کبھی بھی مدرسہ کی چارپائی پر بیٹھنا گوارا نہیں کیا۔ مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں نہ صرف حضرت بلکہ دیگر مدرسین بھی جلسہ کے انتظام وانصرام میں ہمہ وقت مصروف رہتے۔ لیکن جب کھانے کا وقت ہوتا تو حضرت گھر سے کھانا منگوا کر کھاتے تھے اور چپکے سے ایک کونہ میں بیٹھ کر کھا لیتے۔ تاکہ کسی کو خبر تک نہ لگے کہ یہ کس قدر متقی ہیں کہ گھر سے کھانا منگوا کر کھاتے ہیں۔ اور ہم بس خدا ہی حافظ ہے۔ حضرت مولانا زکریاؒ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا دیکھا کہ مہتمم صاحب مولانا عنایت الٰہی صاحب کے مدرسہ میں دو قلمدان تھے۔ ایک ذاتی اور ایک مدرسہ کا۔ اپنے گھر وغیرہ جو پرچہ، کاغذ لکھ کر بھیجنا ہوتا تو وہ ذاتی قلمدان سے لکھا کرتے۔ حضرت مولانا ظہور الحق صاحب مدرس مظاہر العلوم جو مطبخ میں مہمانوں کے کھانا پکوانے کی نگرانی کرتے تھے وہ دیگ کا نمک بھی خود نہیں چکھتے تھے۔ بلکہ کسی طالب علم یا مہمان کو چکھواتے تھے۔ حضرت مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند ایک مرتبہ مدرسہ کے ڈھائی سو روپے لے کر مدرسہ کی سالانہ روداد طبع کرانے کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ اتفاق سے روپے چوری ہو گئی۔ مولوی صاحب نے اس چوری کی اطلاع کسی کو نہیں کی اور واپس گھر آ کر اپنا چھوٹا سا مان بیچ کر اڑھائی سو روپے لے کر دہلی پہنچے اور کیفیت چھپوا کر لے آئے۔ کچھ دنوں اس کی اطلاع اہل مدرسہ کو ہوئی۔ انہوں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو واقعہ لکھا اور حکم شرعی دریافت کیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ مولوی صاحب امین تھے اور روپیہ بلا تعدی کے ضائع ہوا ہے۔ اس لئے ان پر ضمان نہیں۔ اہل مدرسہ نے حضرت مولانا نانوتویؒ سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے لیجئے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ بھی دکھایا تو حضرت مولانا نانوتویؒ نے فتویٰ دیکھ کر فرمایا کہ کیا میاں رشید احمد نے فقہ میرے ہی لئے پڑھا تھا اور کیا یہ مسائل میرے ہی لئے ہیں۔ ذرا اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھیں۔ اگر ان کو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لے لیتے۔ جاؤ لے جاؤ اس فتویٰ کو۔ میں ہرگز پیسے واپس نہ لوں گا۔ (جاری ہے)

جناب قاری عبدالخالق کی والدہ کا انتقال

بنگلہ یتیم والا ضلع بہاول نگر کے جناب قاری عبدالخالق صاحب کی والدہ محترمہ گزشتہ دنوں وصال فرما گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! مرحومہ ایک صالحہ خاتون تھیں۔ ان کا گھرانہ مذہبی وسیاسی حیثیت سے ایک ممتاز گھرانہ ہے۔ اس حوالہ سے اس خاتون نے جس طرح گھرانہ کے نظم کو چلایا، اپنے بچوں کی مذہبی وسیاسی حوالہ سے تربیت کی اس پر یقیناً ان کا وجود نہ صرف گاؤں بلکہ پورے علاقہ کے لئے ابر رحمت خداوندی تھا۔ رحم دل، سخی طبیعت، غریب کے دکھ درد کو بانٹنے والی خاتون کا انتقال خاندان اور علاقہ کے لئے بہت بڑا سانحہ ہے۔ جناب قاری عبدالخالق اور ان کے جملہ برادران ہم سب کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائیں۔ آمین!

جناب قاری عبدالخالق صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مخلص اور محب رہنما ہیں۔ قارئین لولاک سے درخواست ہے کہ ان کی والدہ مرحومہ کے لئے غائبانہ دعائے مغفرت ضرور فرمائیں۔ آمین

مرزا ناصر احمد کو دعوت اسلام!

خطاب: حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

مئی ۱۹۸۲ء کی آخری رات اسلام آباد جامع مسجد دارالسلام میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ جس میں حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم، راجہ ظفر الحق، مولانا عبدالشکور دین پوریؒ، مولانا محمد لقمان علی پوریؒ، قاری محمد امین راولپنڈیؒ، مولانا عبدالرؤف جتوئیؒ، سید امین گیلانی اور دیگر حضرات کے بیانات ہوئے۔ کانفرنس سے قبل مولانا قاری احسان اللہ نے ارشاد فرمایا کہ میری مسجد کے عقب میں قادیانی جماعت کا گیسٹ ہاؤس ہے۔ اس میں قادیانی جماعت کا چیف گرو مرزا ناصر احمد اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ ہنی مون منانے کے لئے آیا ہوا ہے۔ قادیانی گیسٹ ہاؤس اور میری مسجد کے درمیان صرف سڑک کا فاصلہ ہے۔ اگر کل وہاں کانفرنس ہو جائے تو بہت مناسب ہوگا۔ چنانچہ دارالسلام کی مسجد ہی میں اعلان کر دیا گیا کہ یکم جون ۱۹۸۲ء بعد از مغرب قاری احسان اللہ صاحب کی مسجد میں کانفرنس ہوگی۔ چنانچہ کانفرنس ہوئی۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی زیر صدارت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ، مولانا محمد لقمان علی پوریؒ، مولانا قاری محمد امینؒ، سید امین گیلانی کے بیانات ہوئے۔ مولانا اللہ وسایا نے اس موقع پر جو خطاب کیا وہ کیسٹ سے نقل کر کے جناب ساجد اعوان نے ارسال کیا ہے۔ یہ بیان براہ راست مرزا ناصر سن رہا تھا۔ اس خطاب کے دوران مرزا ناصر پر دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اس تناظر میں اسی خطاب کو پڑھا جائے۔ ادارہ!

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

اتفاق کی بات یہ ہے کہ آج آپ حضرات کی اس مسجد میں جلسہ ہو رہا ہے اور سڑک کے پار جناب مرزا ناصر احمد صاحب تشریف فرما ہیں۔ میں آج اس جذبے سے، اس خلوص سے، اس درد کے ساتھ معروضات عرض کروں گا کہ کل قیامت کے دن مرزا ناصر احمد پروردگار عالم کی بارگاہ میں یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں مسئلہ کسی نے نہیں سمجھایا تھا۔

آج کی میری ساری گفتگو میں آپ درشتگی محسوس نہیں کریں گے۔ کوئی گالی گلوچ نہیں ہوگی۔ کوئی سخت بات نہیں ہوگی۔ البتہ قادیانی کتب کے حوالہ جات پیش کروں گا۔ اس کی مٹھاس یا تلخی وہ قادیانیوں کے لئے تبرک ہے۔ اس پر مجھے معذور سمجھا جائے۔ میں جناب مرزا ناصر احمد سے درخواست کرتا ہوں کہ جس خلوص کے ساتھ میں معروضات عرض کر رہا ہوں وہ بھی اسی خلوص اور محبت کے ساتھ میری معروضات کو سنیں۔

میرے محترم دوستو! میں اپنی گفتگو میں مرزا غلام احمد اور اس کے ماننے والوں کے لئے لفظ ''مرزائی'' استعمال کروں گا۔ مرزائی دوست ہمیشہ سب سے پہلا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ ہمیں مرزائی نہ کہو۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ ’’ولا تنابزوا بالالقاب‘‘ ﴿کسی کو اس کے (برے) القاب سے مت پکارو۔﴾

ہمیں مرزائی کہتے ہو۔ مرزائی کا لفظ ہماری منشاء کے خلاف ہے۔ ہمیں احمدی کے لفظ سے پکارو۔ میں جناب مرزا ناصر احمد صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ میں آپ کے لئے اور آپ کی جماعت کے لئے مرزائی کا لفظ استعمال کروں گا۔ اس لئے کہ آپ کے لٹریچر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی موجودگی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک مرید مولوی محمد علی لاہوری کے متعلق ایک شاعر نے شعر کہے اور انہوں نے تین دفعہ ’’یہی ہیں پکے مرزائی۔ یہی ہیں پکے مرزائی۔ یہی ہیں پکے مرزائی‘‘ کا لفظ استعمال کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے انہیں سنا۔ ان کو آج تک کسی نے نہ ٹوکا۔ معلوم ہوا کہ یہ مرزائی کا لفظ تمہارے گھر کا اختیار کردہ ہے۔

دوسری درخواست یہ ہے کہ مرزا ناصر احمد صاحب! آپ کے چچا جن کا نام بشیر احمد ایم اے تھا۔ مرزا بشیر احمد ایم اے جو ایم ایم احمد قادیانی کے والد تھے اور مرزا ناصر احمد کے چچا تھے۔ بشیر الدین محمود کے بھائی اور مرزا قادیانی کے صاحبزادے تھے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے ’’کلمتہ الفصل‘‘۔ اس کتاب کلمتہ الفصل میں انہوں نے مرزائیوں کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین کا ایک آرٹیکل نقل کیا ہے۔ اس کے اندر وہ لکھتے ہیں۔ حکیم نورالدین جسے بشیر احمد ایم اے نے نقل کیا کہ: ’’میں اور تمام مرزائی فلاں بات کو مانتے ہیں۔‘‘ تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ مرزائی کا لفظ تمہارے گھر کا اختیار کردہ ہے۔ اس لئے اب جب ہم تمہیں مرزائی کہتے ہیں تو تمہیں اس سے چڑنا نہیں چاہئے۔ اگر چڑنا چاہتے ہو تو پھر ہماری درخواست یہ ہے کہ پہلے اپنی کتابوں کو آگ لگادو۔ تمہارے لٹریچر کے اندر تم نے اپنے لئے خود (مرزائی) یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ تم ہمیں اس لفظ کے استعمال سے باز رہنے کی کیوں کوشش فرماتے ہو۔

دوسری بات مرزائی دوستو یہ کہ میں تمہارے شہر میں رہتا ہوں۔ اس کے حالات کا مجھے علم ہے۔ ربوہ کے اندرون خانہ حالات سے واقف ہوں۔ مجھے شرافت اجازت نہیں دیتی۔ لیکن دلائل کی بات ہے۔ پرنٹ میٹر مرزا ناصر احمد صاحب، میرے کرم فرما، تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ تمہارے مریدوں نے، تمہاری جماعت کے دوستوں نے، تمہاری کتابوں کے اندر لکھا کہ: ’’آپ کی سگی ہمشیرہ کے ساتھ آپ کے سگے والد نے منہ کالا کیا تھا۔‘‘ آپ کا لٹریچر ہے اور آپ کی جماعت کی کتابیں ہیں۔ مجھے اگر اس پر مجرم گردانو گے تو یہ اس فقیر کے ساتھ، عاجز کے ساتھ، زیادتی ہوگی۔ آپ حضرات کی کتابوں کے اندر یہ باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم ہے کہ آپ حضرات نے ایک طے شدہ پروگرام کے تحت صبح یہ پروپیگنڈہ کرنا ہے اور سارے اسلام آباد کو سر پر اٹھالینا ہے اور تم نے یہ کہنا ہے کہ جناب مولویوں نے جلسہ کیا اور ساری رات ہمیں گالیاں دیتے رہے۔

میرے محترم دوستو! میں نے ربوہ میں ایک تقریر کی۔ یہی حوالہ جو میں نے آپ حضرات کے سامنے نقل کیا۔ مرزا ناصر احمد کی ہمشیرہ کے متعلق۔ میرا اللہ مجھے معاف رکھے۔ میں خود بچیوں بیٹیوں والا ہوں۔ عزت آبرو والا ہوں۔ کسی کی بہو، بیٹی پہ تہمت لگاتے ہوئے مجھے ڈر لگتا ہے۔ میں قبر کو سامنے رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ بات تمہارے لٹریچر

کے اندر موجود ہے۔ تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہئے۔

میرے محترم دوستو! میں نے یہ درد بھری کہانی ربوہ میں ایک دن جمعہ پہ عرض کر دی۔ مرزا ناصر احمد آج میں پھر اس بات کو دہراتا ہوں اور اس جذبے سے دہراتا ہوں کہ آپ خلوص کے ساتھ میری معروضات کو سنیں گے۔ ربوہ آپ کا شہر، آپ کے ہم عقیدہ لوگوں کا مرکز۔ کنٹرول آپ کا، ہولڈ آپ کا، سرداری آپ کی۔ ہم وہاں رہ رہے ہیں۔ چھ سال ہو گئے ہمیں وہاں گئے ہوئے۔ میں مسجد میں خداوند کریم کو حاضر ناظر سمجھ کر قسم اٹھاتا ہوں میرا اللہ مجھے معاف رکھے، میں حلفاً کہتا ہوں کہ مرزائی عورتیں، مرزائی بچیاں، بیٹیاں، مجھ سے ان کا عقیدہ کا اختلاف، جماعت کا اختلاف، نظریات کا اختلاف، میں اپنی پاک دامنی بیان نہیں کرتا۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی جوتیوں کے صدقے اللہ نے مجھے یہ توفیق بخشی کہ وہاں میں نے مرزائی عورتوں کو جو مجھ سے بڑی تھیں۔ ان کو اس نگاہ سے دیکھا جس نگاہ سے انسان اپنی ماں کو دیکھتا ہے۔ میں نے اپنی ہم عمر بچیوں کو اس نگاہ سے دیکھا جس نگاہ سے انسان اپنی ہمشیرہ کو دیکھا کرتا ہے۔ میں نے وہاں چھوٹی بچیوں کو اس نگاہ سے دیکھا جس نگاہ سے انسان اپنی بیٹی کو، بچی کو، دیکھا کرتا ہے۔ مرزا ناصر احمد کیا آپ بھی قسم اٹھا سکتے ہیں؟۔ گو میرا ان کا عقیدہ کا اختلاف ہے۔ کیا آپ بھی میری طرح مسجد کے اندر قسم اٹھا کر اعلان کر سکتے ہیں کہ جناب آپ نے بھی وہاں کی رہنے والی عورتوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا ہو اور آپ کی اولاد نے بھی ان کے ساتھ یہی برتاؤ کیا ہو؟۔

ناراض نہ ہوں۔ مجھے کسی کی پرسنل زندگی پر اٹیک کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں۔ لیکن قبلہ! ایک آدمی بازار جاتا ہے۔ چار آنے کی اس نے ہانڈی لینی ہے۔ اسے دس دفعہ ٹھوک کر بجا کر دیکھتا ہے کہ کہیں کھوکھلی تو نہیں۔ اس نے چار آنے خرچ کرنے ہیں ایک مٹی کی ہانڈی پر۔ اسے دس دفعہ ٹھوک بجا کر دیکھے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی جن کے متعلق آپ کی جماعت کا عقیدہ ہے کہ اس کو مانو گے تو نجات ہوگی۔ اس کو نہیں مانو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا کہ: ''جو مجھے نہیں مانتا وہ جہنمی ہے۔'' تو جس آدمی کو ماننے سے جنت ملتی ہے۔ جس کو نہ ماننے سے جہنم ملتی ہے۔ جس پر ایمان کا دارومدار ہے۔ ذرا ہمیں ٹھوک بجا کر دیکھنے دو کہ وہ تھا کیا؟۔ اس لئے کہ اگر اس کی پرسنل زندگی ہوتی تو ہمیں کوئی دلچسپی نہ ہوتی۔ جب اس نے اپنے آپ کو رہبر قوم کے طور پہ پیش کیا۔

خود محمد عربی ﷺ پہاڑ کے اوپر کھڑے ہو کر دشمنوں کو اکٹھا کر کے کہتے ہیں کہ لوگو! ''ھل وجد تمونی صادقاً اوکاذباً'' ﴿لوگو! میں تم میں اپنی زندگی کا اتنا عظیم حصہ گذار چکا ہوں۔ تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا پایا۔﴾

آیئے! میں آج آپ کی موجودگی میں جناب مرزا غلام احمد قادیانی کو ٹھوک بجا کر دیکھنا چاہتا ہوں۔ میری دلی خواہش یہ ہے کہ دلائل کی روشنی میں بات ہو۔ ورنہ اگر بات ختم کرنے کی ہو تو میں آپ سے درخواست کروں گا۔ بڑے درد کے ساتھ کروں گا کہ اگر دلائل کی بات آپ نہیں سنتے۔ میں ملک عزیز اور بیرون ملک کام کرنے والی جماعت ختم نبوت کا نمائندہ ہوں۔ مجھے شرف حاصل ہے کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کا ہاتھ میرے سر پر ہے۔ میں آج اپنے امیر دامت برکاتہم کی موجودگی میں پوری امت کی طرف سے نمائندگی کے طور پر کہتا ہوں کہ میں مسلمانوں کا نمائندہ ہوں۔ تم اپنی جماعت کے نمائندے ہو۔ آؤ مباہلہ کرو۔ آگ کی بھٹی

تیار کرتے ہیں۔ تم مرزا غلام احمد قادیانی کا نعرہ لگا کر چھلانگ لگاؤ۔ میں محمد ﷺ کی غلامی کا دم بھر کر چھلانگ لگاؤں گا۔ بات جذبات کی نہیں ہے۔ آگ فیصلہ کرے گی کہ سچا کون ہے، جھوٹا کون ہے؟۔

(عوام نے پر جوش نعرے شروع کئے۔ نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر، تاج وتخت ختم نبوت، زندہ باد، مرزائیت، مردہ باد۔ مولانا اللہ وسایا صاحب نے منع کرتے ہوئے کہا نہ بھئی، نعرۂ مرزائیت مردہ باد نہیں بھئی نہیں۔ دیکھئے میری تقریر میں آج منفی نعرہ کوئی نہ لگائے)

کیوں تم نے دنیا کو پریشان کر رکھا ہے؟۔ کیوں لوگوں کے دلوں میں آپ حضرات نے وسوسے ڈال رکھے ہیں؟۔ آیئے دلائل کی دنیا میں گفتگو کرنی ہے تو بھی حاضر۔ جس آدمی کے متعلق آپ ارشاد فرماتے ہیں، جس کے متعلق آپ کی کتابوں کے اندر لکھا ہوا موجود ہے، نقل کفر، کفر نہ باشد!

آپ کی جماعت کے ایک شاعر نے لکھا گو لیکے قاضی اکمل نے اخبار بدر کے اندر چھپا حوالہ نہ ہو تو جو چور کی سزا وہ میری سزا۔ اسلام آباد کے چوک میں مجھے گولی سے اڑا دیا جائے اگر میں حوالہ ثابت نہ کرسکوں۔ تو سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ تمہاری جماعت کے اس شاعر نے لکھا ہے کہ:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں

تشریح: کہ محمد پہلے بھی آئے تھے۔ محمد پھر بھی آیا ہے۔ یہ جو محمد دوبارہ قادیان میں آیا ہے۔ یہ پہلے محمد سے شان کے اندر بڑھا ہوا ہے۔

(مجمع سے معاذ اللہ، استغفر اللہ اور نعوذ باللہ کی صدائیں اٹھنے لگیں)

مولانا اللہ وسایا صاحب نے فرمایا کہ ٹھہریئے بھائی:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

قاضی اکمل پر اعتراض ہوا کہ آپ کے یہ شعر غلط ہیں۔ مرزا ناصر احمد! میرا اللہ گواہ ہے۔ میں یہ بات محض آپ کی دلچسپی کے لئے عرض کر رہا ہوں۔ سنئے ضرور سنئے۔ قاضی اکمل پر اعتراض ہوا۔ آپ کی جماعت کے لوگوں نے اعتراض کیا کہ ان اشعار سے محمد عربی ﷺ کی شان میں بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے۔ قاضی اکمل کا جوابی بیان بھی آپ حضرات کے آرگن کے یومیہ پرچے کے اندر چھپا۔ قاضی اکمل نے کہا تم کون ہو میرے اوپر اعتراض کرنے والے۔ یہ شعر، یہ نظم، میں نے مرزا قادیانی کی موجودگی میں پڑھی تھی اور خوبصورت قطعے کی صورت میں، میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو پیش کی تھی جسے وہ (مرزا قادیانی) فریم کروا کر اپنے گھر لے گئے تھے۔ اس نظم کو مرزا غلام احمد قادیانی نے جب قبول کیا تھا تو پھر باقی جماعت اور کون لوگ ہیں جو اس پر اعتراض کرسکیں۔

لیجئے جناب! آپ ہی کی جماعت کے مناظر ہیں قاضی نذیر۔ اس قاضی نذیر نے آپ کی جماعت کی راہبری کے لئے ایک کتابچہ مرتب جس کا نام ہے ''احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک'' اس میں انہوں نے امت کے سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کی کہ جناب مسلمان یہ اعتراض کرتے ہیں۔ اس اعتراض کا یہ جواب، اس کا یہ جواب۔ جس وقت اس شعر کے پر پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں کہ امت کے لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان شعروں کے اندر حضورﷺ کی گستاخی ہے تو قاضی نذیر احمد لکھتے ہیں کہ یہ شعر میری سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ میں یہ شعر مرزا بشیر الدین کی خدمت میں لے کر گیا۔ مرزا ناصر احمد آپ کے والد کی بات ہے۔ ان کے پاس قاضی نذیر احمد گیا۔ میری گفتگو لمبی ہے۔ کہیں اس کے اندر جناب اور صاحب کا لفظ رہ جائے تو مجھے معاف رکھنا۔ قاضی نذیر احمد صاحب کہتے ہیں کہ میں یہ شعر آپ کے والد صاحب کے پاس لے کر گیا اور آپ کے والد صاحب نے جس وقت ان شعروں کو پڑھا تو انہوں نے کہا واقعتاً یہ شعر غلط ہیں اور ان شعروں سے حضورﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ ان شعروں کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

مرزا ناصر احمد قبر کو سامنے رکھیں کے کہ اب آپ عمر کے اس پیٹے میں ہیں جہاں زندگی کا کوئی اعتبار نہیں کہ آپ پہلے جائیں یا میں پہلے جاؤں۔ آپ کے پاؤں قبر میں ہیں۔ آپ قبر کو سامنے رکھ کر کہیں کہ آپ کے دادا کہتے ہیں کہ یہ شعر صحیح ہیں۔ وہ شاعر کو انعام دیتے ہیں۔ اس خوبصورت قطعہ کو فریم کر کے گھر میں جا کر لگاتے ہیں۔ جبکہ آپ کے والد کہتے ہیں کہ ان شعروں سے حضورﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ اب آپ ارشاد فرمائیں کہ آپ کے دادا سچے تھے یا آپ کے والد سچے ہیں؟۔ اور اگر ہم سے پوچھو تو ہم تو یہی کہیں گے کہ جناب دونوں جھوٹے ہیں۔ میری درخواست سنئے۔ ممکن ہے میں اپنی گفتگو میں آپ کے متعلق کہوں کہ آپ کافر ہیں۔ اگر کسی کو کافر کہنا گالی ہے تو جناب معاف کیجئے! اگر کسی کو کافر کہنا بدزبانی ہے، کسی کو کافر کہنا گالی ہے تو پھر سب سے زیادہ گالی دینے کے مرتکب آپ ہیں۔ آپ کی جماعت ہے۔ آپ کے دادا تھے۔ آپ کے والد تھے۔ اگر یہ بدزبانی ہے تو پھر سب سے بڑے بدزبان یہ تھے۔ معاف رکھنا! میں یہ بات سمجھانے کے لئے عرض کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ آپ کی جماعت کا عقیدہ ہے کہ: ''جو لوگ مرزا قادیانی کو نہیں مانتے وہ سارے کافر ہیں۔'' مرزائی دن رات پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ: ''جناب ہم کلمہ پڑھتے ہیں۔ ہم نمازیں پڑتے ہیں۔ ہم آذان دیتے ہیں۔ مسجدوں میں جاتے ہیں۔ تو پھر ہمیں کافر کیوں کہا جاتا ہے؟۔''

میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جناب امت بھی کلمہ پڑھتی ہے۔ سامعین آپ سارے کلمہ پڑھیں۔ ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' (سب نے پڑھا) سارے کلمہ پڑھتے ہیں۔ ابھی نماز سے فارغ ہوئے۔ دوسری نماز کی تیاری ہے۔ حج پہ بھی جاتے ہیں۔ زکوۃ بھی دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ (مرزا ناصر) کے والد گرامی مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب آئینہ صداقت کے صفحہ نمبر ۳۵ پر لکھا۔ ہے کوئی ماں کا لال جو انکار کرے؟'' وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار '' قیامت تک حوالے کا انکار نہیں کر سکو گے۔ صاحب! تو میں تم سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ تمہارے والد گرامی نے لکھا کہ: ''جن لوگوں نے مرزا غلام احمد

قادیانی کا نام بھی نہیں سنا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔'' آپ نے پوری امت کو کافر کہا۔ اگر امت آپ کو کافر کہتی ہے تو آپ کو ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کفر کا فتویٰ اور کفر کی مشین گن سب سے پہلے آپ نے فٹ کی تھی۔ ناراض نہ ہونا اگر کہیں میں اپنی تقریر میں آپ کو کافر کہہ جاؤں تو اس پہ غصے نہ ہونا۔ یہ جواب آں غزل کے طور پر ہے۔ میں نے عرض کی تھی کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے کھڑے ہوئے دنیا کو چیلنج دیا کہ لوگو! میری زندگی کو دیکھو۔ میں نے تمہارے اندر اتنا عرصہ گذارا ہے:

''ھل وجد تمونی صادقاً او کاذباً'' ﴿لوگو! تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا پایا۔﴾

تم نے میرے ساتھ معاملات کئے۔ تمہارے ساتھ تجارت ہوئی۔ میرا رہنا سہنا تم میں۔ میرا بچپن تم میں گذرا۔ جوانی تم میں گذری۔ چالیس سال کی عمر کو پہنچا ہوں۔ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ہے کوئی جو میری چالیس سالہ زندگی کے کسی ایک پیج پر انگلی رکھ کر اعتراض کرے۔ ساری قوم آپ ﷺ کی مخالف تھی۔ آپ ﷺ کی دشمن تھی۔ آپ ﷺ کو پتھر مار رہی تھی۔ آپ ﷺ کے دانت شہید کر رہی تھی۔ لیکن جس وقت حضور سرور کائنات ﷺ نے یہ چیلنج پیش کیا تو سب نے جواب میں کہا۔ قد جربناک مراراً! آقا ﷺ ایک دفعہ نہیں۔ ہم نے بارہا آپ ﷺ کا آپ کا تجربہ کیا۔ ہم نے آپ ﷺ کو سچا پایا ہے۔ امانت والا اور دیانت والا پایا ہے۔

آیئے! میں اس اعتبار سے میں مرزا غلام احمد قادیانی کو دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا تھا؟۔ جس کو تم کہتے ہو کہ مانو گے تو جنت ملے گی۔ نہیں مانو گے تو جہنم ملے گی۔ مجھے دیکھنا ہے کہ وہ کیا تھا؟۔

قبلہ! تو جس وقت میں مرزا قادیانی کو دیکھتا ہوں، مرزا قادیانی کی اپنی کتابوں کے اندر لکھا ہے اور میرے خیال میں آپ بھی اس سے انکار نہیں کریں گے۔ مرزا قادیانی کی لکھی ہوئی ہے۔ ربوہ کی چھپی ہوئی ہے۔ کتاب کا نام ہے براہین احمدیہ۔ اس میں مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ:

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

مجھے مسجد اجازت نہیں دیتی۔ مجھے منبر ومحراب اجازت نہیں دیتے۔ مجھے شرافت اجازت نہیں دیتی کہ میں اس شعر کا ترجمہ کروں۔ ہاں! میں نے مرزا ناصر احمد سے درخواست کی تھی اور آج پھر درخواست کرتا ہوں کہ جناب آپ اس کی جماعت کے نمائندے ہیں۔ آپ یہی (بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار) کہ انسان کی جو سب سے زیادہ شرم والی جگہ ہوتی ہے وہ میں ہوں۔ یہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے۔ کیا آپ اپنی بیٹی کے سامنے اس شعر کو پڑھ کر اس کا ترجمہ پوچھ سکتے ہیں۔ سوچئے! مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ:

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد

جس کو تم نبی بناتے ہو اور ظلم کی بات یہ ہے کہ جسے تم محمد ﷺ کی مسند پہ بٹھاتے ہو۔ جس (مرزا قادیانی) کے متعلق تم نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ: ''ابوبکرؓ وعمرؓ کیا تھے۔ وہ تو غلام احمد کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے بھی لائق نہیں تھے۔''

تم نے اپنی کتابوں میں یہ نہیں لکھا کہ:''محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم''مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ایک غلطی کے ازالہ میں لکھتا ہے کہ یہ آیت میرے اوپر نازل ہوئی اور اس میں محمد میرا نام رکھا گیا اور رسول بھی مجھے کہا گیا۔

سوچئے! بار بار سوچئے کہ جسے تم محمد ﷺ کی مسند پہ بٹھانا چاہتے ہو اور جس کے متعلق آپ کے دادا مرزا قادیانی لکھ گئے ہیں۔ خطبہ الہامیہ تمہارے گھر کی کتاب ہے۔ اس کے اندر لکھا ہوا موجود ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اسلام کی حالت پہلی رات کے چاند کی تھی اور میرے زمانے میں اسلام کی حالت چودھویں رات کے برابر ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے کو چاند کی پہلی رات سے تشبیہ دینے والو! اور مرزا قادیانی کے زمانے کو چودھویں رات سے تشبیہ دینے والو! میں آپ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے آپ وسعت دل کے ساتھ اجازت بخشیں کہ میں یہ کہہ سکوں کہ جس آدمی کو تم اتنی رفعتیں بخش رہے ہو، جسے اتنی بلندیوں پر فائز کرنا چاہتے ہو، اس نے تو اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ:

کرم خاکی ہوں میرے پیارے۔ نہ آدم زاد

وہ تو یہ کہتا ہے کہ میں انسان کا تخم ہی نہیں۔ کہتا ہے کہ''نہ آدم زاد''میں بندے دا پتر وی نئیں۔

معاف کیجئے! میں نے پنجابی میں ترجمہ کیا۔ نبی بھی پنجابی، ایسا نبی؟۔ جس قوم کا نبی جو زبان جانتا تھا اس زبان میں اسے وحی ہوئی۔ یہ قرآنی اصول ہے۔ مرزا قادیانی رہنے والا پنجاب کا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی کہ:''I Love You''

دیکھئے صاحب! تذکرہ کے اندر لکھا ہوا ہے۔ تمہارے گھر کی چھپی ہوئی کتاب ہے۔ اپنی طرف سے کبھی کوئی بات نہیں کہوں گا۔ قبر کو سامنے رکھ کر میں آج پھر آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی بات بغیر ذمہ داری کے عرض نہیں کروں گا۔ جس درد کے ساتھ آج میں عرض کرنے آیا ہوں اسی درد کے ساتھ میری معروضات کو سنیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی جسے تم اتنی عزتیں بخش رہے ہو۔ وہ خود اپنے متعلق کہتا ہے کہ:''میں بندے دا پتر وی نئیں''

میں نے ایک دن کہا کہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ:''میں بندے دا پتر نئیں''

(میرے ساتھیو! میں اپنی بات کی قیمت سمجھتا ہوں۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے رضا کاروں کی بات انشاء اللہ کبھی رائیگاں نہیں جائے گی۔ مجھے یہ شبہ تو ہوسکتا ہے کہ آپ حضرات میری بات نہ سن رہے ہوں۔ لیکن مرزا ناصر احمد آج آنکھیں بند کر کے اور کان کھول کر میری معروضات کو سن رہا ہوگا اور میں ان کا شکر گزار ہوں)

تو میرے پاس کچھ مرزائی دوست آئے۔ میں نے انہیں اپنی آنکھوں پر بٹھایا۔ ادب واحترام کے ساتھ حضور سرور کائنات ﷺ کی سنت طیبہ کے مطابق۔ ناراض نہ ہونا۔ ایک کافر بچی حضور ﷺ کی خدمت میں آرہی ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنی چادر دے کر ارشاد فرمایا۔ یہ لے جاؤ اور اس سے اس بچی کا سر ڈھانپ دو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ آقا! کافر کی بچی ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بچی کافر کی ہے لیکن دربار محمد ﷺ کا ہے۔ یہاں جو آئے گا عزت پائے گا۔ نبوت کی چادر لے جا کر اس کا سر ڈھانپ دو۔ جس چادر کے متعلق سید عطاء،

اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا۔ اگر محمد عربی ﷺ کی چادر ایک دفعہ جہنم کی طرف لہرا دی جائے تو جہنم کی آگ بھی ٹھنڈی ہو جائے۔

جبکہ مرزا ناصر کے دادا مرزا قادیانی کا کریکٹر۔ ناراض نہ ہونا۔ تمہاری اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دن اپنے مرید سے کہنے لگے کہ تم شادی کرنا چاہتے ہو؟۔ مرزا قادیانی کے مرید نے کہا جی! جی! بالکل کرنا چاہتا ہوں۔ اس (مرزا قادیانی) نے کہا تو اچھا میرے گھر کے اندر کچھ مریدنیاں آئی ہوئی ہیں۔ آپ یہاں نظر نکا کر بیٹھ جائیں۔ میں سامنے سے ان کو گزارتا ہوں تو ان میں سے پسند کر لینا۔

حضور ناراض نہ ہونا بات بہت دور چلی جائے گی۔ ذرا سوچئے! جسے تم محمد ﷺ کی مسند پر بٹھانا چاہتے ہو وہ کاروبار کیا کیا کرتا تھا؟۔ اللہ رب العزت کروڑ رحمتیں نازل فرمائیں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تربت پر۔ بخاریؒ نے ڈی جی کھوسلہ کی عدالت میں کہا تھا اور مسٹر کھوسلہ نے اپنے فیصلے کے اندر لکھا ہے کہ: ''مرزا قادیانی شراب منگوایا کرتے تھے۔'' بھائی جوانسان شراب کے استعمال کا عادی ہو۔ جس نے لاہور اپنے مرید کو لکھا ہو کہ میرے لئے پلومر سے ٹانک وائن کی بوتلیں بھیج دی جائیں۔ انگریزی شراب بھیج دی جائے اور تم ایک شرابی کو...... معاذ اللہ!

تمہاری جماعت کے ایک فرد جس نے مرزا قادیانی کو اپنے خط کے اندر مسیح موعود لکھا۔ ظاہر بات ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود لکھتا ہے۔ وہ ہم میں سے تو نہیں؟۔ کیا خیال ہے؟۔ بھائی وہ ہم میں سے ہے:

(سارے مجمع نے جواب دیا نہیں۔ سارے بولو۔ زور سے بولو۔ ایک بار پھر سب نے نفی میں جواب دیا)

اس آدمی نے اپنے پرائیویٹ لیٹر میں مرزا بشیر الدین محمود کو لکھا اور اس نے اپنے خط میں مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق مسیح موعود کے لفظ استعمال کئے۔ ولی اللہ کے لفظ استعمال کئے۔ غلام احمد کو ولی اللہ کہنے والا، مسیح موعود کہنے والا۔ وہ ہم میں سے تو نہیں۔ یقیناً آپ کی جماعت کا آدمی ہوگا۔ کہتے ہیں منافق تھا۔ قبلہ ہمارے نزدیک منافق نہیں۔ ہم تو اسے کافر سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ امت کا کوئی بھی فرد مرزا قادیانی کو مسلمان تسلیم نہیں کرتا۔ ولی اللہ اور مسیح موعود تو دور کی بات ہے۔ آپ کی جماعت کے افراد جو مرزا قادیانی کو مسیح موعود کہتے ہیں۔ اس نے اپنے خط میں مرزا بشیر محمود کو لکھا کہ: ''اے مرزا بشیر محمود! ہمیں غلام احمد قادیانی پہ تو کوئی اعتراض نہیں۔ وہ ولی اللہ تھے۔ ولی اللہ کبھی کبھی زنا کر لیا کرتا ہے۔ اگر مرزا قادیانی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے تھے تو ہمیں اس کے اوپر کوئی اعتراض نہیں۔ ہمیں آپ کے اوپر اعتراض ہے۔ جو ہر وقت زنا کے اندر لگے رہتے ہیں۔'' آپ کی جماعت کا حوالہ، حوالہ غلط ہو جو چور کی سزا وہ میری سزا۔ قیامت تک کوئی مائی کا لال اس حوالہ سے انکار نہیں کر سکے گا۔ تمہارے اخبار کے اندر لکھا ہوا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی ''کدے کدے ڈگ لالیندے سن'' معاف رکھئے گا۔ جو آدمی زنا کرتا ہو، شراب منگوایا کرتا ہو۔ جس نے اپنے متعلق لکھا ہو کہ ''میں بندے دا پتر وی نئیں۔''

میرے پاس مرزائی دوست آئے۔ آکر مجھے کہنے لگے کہ مولوی صاحب! آپ نے آج یہ حوالہ پیش کیا اور حوالے میں آپ نے کہہ دیا کہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ: ''میں بندے دا پتر وی نئیں۔'' تو یہ تو ایسی بات ہے کہ حضرت صاحب نے عاجزی کی تھی۔ انکساری کی تھی۔ اس وقت بھی جو مرزا ناصر احمد کے پاس اس کے مرید بیٹھے

ہوں گے۔ انہیں بھی یقیناً مرزا ناصر احمد یہی صفائی دے رہا ہوگا کہ حضرت صاحب نے تو عاجزی کی تھی۔ میرے بھائی ایک آدمی کہے میں گناہگار ہوں۔ ایک آدمی کہے کہ میں عاجز ہوں۔ ایک کہے کہ میں خاکسار ہوں۔ ایک کہے کہ میں حقیر، فقیر، پرتقصیر ہوں۔ یہ بات تو سمجھ میں آ سکتی ہے۔ لیکن یہ کہہ دینا کہ: ''میں بندے دا پتر دی نئیں۔'' یہ عاجزی کی کون سی قسم ہے؟۔

میں نے وہاں بھی عرض کیا تھا آج بھی آپ سے مخلصانہ عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ عاجزی ہے تو محمد عربی ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا علی الراس والعین ہم سب اسے تسلیم کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اگر تمہارے نبی ہیں تو جو اس نے ارشاد فرمایا وہ تم تسلیم کرو۔ میں آپ کے دروازے پہ بیٹھا ہدایت سے کیوں محروم رہوں۔ مجھے تبلیغ کرنے کے لئے آپ کیوں تشریف نہیں لاتے؟۔ میں نے تمہاری کتابیں پڑھی ہوئی ہیں۔ تمہارا لٹریچر دیکھا ہوا ہے۔ میں پڑھا پڑھایا مولوی تمہیں ملوں گا۔ مجھے کیوں نہیں تم تبلیغ کرتے۔ ہمت ہو تو آؤ؟۔ صاحب بہادر کہتے ہیں کہ عاجزی کی ہے۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ اگر یہ عاجزی ہے۔ تم مجھے محمد عربی ﷺ کا فرمان سناؤ۔ میں تمہارا منہ چومنے کو تیار کہ تم مجھے محمد ﷺ کا فرمان سنا رہے ہو۔ میں تمہیں مرزا قادیانی کی باتیں سناتا ہوں۔ تو تمہیں خوش ہونا چاہئے۔ ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ تمہارے نبی کی باتیں ہیں۔ اگر یہ عاجزی ہے تو میں آپ سے پھر درخواست کروں گا۔ درد دل کے ساتھ درخواست کروں گا کہ آپ سارے ملک کے قادیانی افراد کو اکٹھے کریں اور آپ سب مل کر جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے عاجزی کی تھی۔ آپ بھی سارے مل کر کہہ دیں کہ: ''اسیں بندے دے پتر نئیں''

ٹھیک ہے بھئی! اگر عاجزی کی قسم ہے تو پھر اپنے نبی کی سنت پر عمل کرو۔ بات غصے کی نہیں۔ بات ناراضگی کی نہیں۔ بات دلائل کی ہے۔ مجھے ایک دوست نے خط لکھا کہ رات ایک مولوی صاحب نے اپنی تقریر کے اندر کہا کہ مرزائیوں سے قرآن واپس ہونا چاہئے کہ کافروں کو قرآن پڑھنے کا حق حاصل نہیں۔

میرے محترم دوستو! میں آپ سے اتنی درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ جس میرے دوست نے خط لکھا ہے میں ان سے بھی درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ قبلہ آپ سب ساتھی مجھے ایمان داری کے ساتھ بتائیں کہ یہ قرآن مجید کس کے اوپر اترا تھا؟۔ سارے بولو! زور سے بولو! یہ قرآن کس پر اترا تھا۔ مجمع سے بھرپور آوازیں آنے لگیں کہ ''محمد عربی ﷺ پر۔'' ہمت کے ساتھ بولو! یہ قرآن کس پر اترا تھا؟۔'' محمد عربی ﷺ پر۔'' مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ قرآن میرے منہ کی باتیں ہیں۔ کتاب کا نام حقیقت الوحی مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی، جس نے اپنی موت سے چند دن پہلے اس کتاب کو لکھا تھا۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی کہتا ہے کہ: ''قرآن خدا کا کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔'' قرآن محمد عربی ﷺ کے منہ کی باتیں ہیں یا مرزا قادیانی کے منہ کی باتیں؟۔ آپ ارشاد فرمائیں۔ (محمد عربی ﷺ کے منہ کی باتیں۔ لوگوں نے جواب دیا۔ سارے بتاؤ۔ لوگوں نے با آواز بلند کہا'' محمد عربی ﷺ کے منہ کی باتیں'')

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مجھے ایک رات کشف ہوا میں نے کشف کی حالت میں دیکھا کہ قرآن مجید کے

اندر لکھا ہوا ہے کہ: ''انا انزلناہ قریباً من القادیان'' کتاب کا نام ازالہ اوہام ہے۔ مرزا قادیانی کی لکھی ہوئی ہے۔ حوالہ نہ ہو تو جرمانہ دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے کہہ دیا مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ مجھے کشف ہوا میں نے دیکھا کہ قرآن کے اندر لکھا ہوا ہے ''انا انزلناہ قریباً من القادیان'' تو میرے پاس ایک مرزائی دوست آئے۔ بڑے طمطراق کے ساتھ، بڑے جوش کے ساتھ، بڑے غصے سے آتے ہیں اور اللہ کے فضل سے بالکل ٹھنڈے ہو کر جاتے ہیں۔ غبارہ کی طرح آتے ہیں بس سوئی چبھو کر ان کی ساری ہوا نکال دی جاتی ہے۔ آ کر کہنے لگے مولوی صاحب ''یہ بات کشف کی ہے۔'' میں نے کہا اگر یہ بات کشف کی ہے تو مرزا قادیانی کا کشف سچا تھا یا جھوٹا؟۔ اگر سچا تھا تو قرآن مجید میں قادیان کا لفظ دکھاؤ۔ اگر نہیں دکھا سکتے تو تسلیم کرو کہ مرزا قادیانی کا کشف جھوٹا تھا۔ جہاں سے آئے تھے (مرکز) بس وہیں تشریف لے جاتے ہیں۔

مرزا ناصر آپ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں ربوہ کے حالات میں جانتا ہوں۔ جنہیں آپ کے خاندان نے اپنی جماعت سے نکالا۔ میں ان حالات سے بھی واقف ہوں اور پرسوں کی بات ہے۔ اتوار کے دن کی کہ آپ کے فضل عمر ہسپتال میں ڈاکٹر جس کا نام فدا تھا۔ وہ ڈیرہ غازی خاں کے علاقے کا رہنے والا تھا۔ جس کا خاندان حسباً نسباً قادیانی چلا آ رہا ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں وہ آپ کی جماعت کو آخر چھوڑ کر کیوں گیا؟۔ ناراض نہ ہوں۔ آپ کے گھر کی بات ہے۔ آپ نے اس کو جماعت سے کیوں نکالا۔ اور یہ پرسنل زندگی پر اٹیک ہوگا۔ اگر میں یہ کہوں کہ آپ کے داماد نے آپ کی بیٹی کو طلاق کیوں دی؟۔ نہیں کہتا۔ مجھے شرافت اجازت نہیں دیتی۔ آپ نے ابھی نئی نویلی شادی کی۔ اس پر بھی مجھے اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ آپ کے ڈاکٹر جو اس وقت آپ کے ساتھ ہوں گے۔ ڈاکٹر مبشر جو آپ کے بھائی کا لڑکا ہے۔ آپ کا بھتیجا ہے۔ مرزا منور کا لڑکا ہے۔ اس نے ائیر کنڈیشنڈ اپنے کتے کے لئے لگوایا ہے۔ کیا ربوہ کے اندر رہنے والے تمام تر مرزائیوں کو ائیر کنڈیشنڈ کی سہولت میسر ہے؟۔

خلافت کا پراپیگنڈہ کرنے والو! میں آپ سے درخواست یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ربوہ کے اندر آپ کے کتوں کے لئے ائیر کنڈیشنڈ لگا ہوا ہے۔ تو باقی وہاں کے رہنے والوں کے لئے بھی ائیر کنڈیشنڈ کا انتظام ہے؟۔ جو سارا دن دھوپ کے اندر وہاں تانگے چلاتے ہیں اور شام کو بصد مشکل ان کو روٹی ملتی ہے۔

میں آپ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ٹھنڈے دل کے ساتھ میری معروضات کو سنیں کہ آپ کے خاندان کے اندر ایک لڑکی رہتی تھی۔ ۲۲ سال اس کی عمر تھی۔ یہ پرسنل اٹیک نہیں ہے۔ یہ قومی بات ہے۔ آپ کے ربوہ شہر کے اندر رہتی تھی۔ لڑکی کا نام طاہرہ یاسمین ہے۔ ۲۲ سال کی نوجوان لڑکی۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس طاہرہ یاسمین نے زہر کیوں کھایا تھا؟۔ اور رات کی تنہائیوں میں آپ کی ہدایت کے مطابق اسے مرزائی کارندوں نے رات کے ایک بجے تاریکی کے اندر کیوں قبرستان میں ڈالا؟۔ سوچئے! بار بار سوچئے! قیامت کے دن کے منظر کو سامنے رکھ کر سوچیں۔ ''واذا الموءودۃ سئلت بای ذنب قتلت'' اس بچی کا قصور کیا تھا؟۔ اس کے ساتھ کیا واردات ہوئی تھی کہ جس کے نتیجے میں وہ زہر کھانے پر مجبور ہوئی۔

مرزا ناصر احمد، میرے محترم! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ساری کائنات کا نظام بدل سکتا ہے۔ چاند ستارے بے نور ہو سکتے ہیں۔ آگ ٹھنڈی ہوسکتی ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل سکتے ہیں۔ پتھر سے آواز آسکتی ہے۔ مگر محمد ﷺ کا فرمان جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ میرے محمد عربی ﷺ کا ارشاد ہے: ''من زنا زني باهله'' غیروں کی عزتوں کو تباہ کرنے والو۔ تمہاری عزت نہیں بچے گی۔ دنیا میں ہی حساب دے کر جاؤ گے۔ ربوہ کے اندر آپ کے صاحبزادوں نے کسی معصوم بچی کو چھوڑا ہے؟۔ میں تفصیلات میں گیا تو بڑی دردناک کہانی ہے۔ میں اپنی گورنمنٹ سے بھی درخواست کروں گا۔ ہمیں مرزا قادیانی پر کوئی اعتراض نہ ہوتا اگر وہ اپنے آپ کو نبی کے طور پر پیش نہ کرتا۔ ہمیں مرزا ناصر احمد پر کوئی اعتراض نہ ہوتا اگر وہ اپنے آپ کو خلیفے کے طور پر پیش نہ کرتا۔ جس وقت مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو نبی کے طور پر پیش کیا۔ ہمیں حق حاصل ہے کہ جیسے ہانڈی لینے کے لئے جاتے ہیں تو اسے ٹھوک بجا کر دیکھتے ہیں۔ ہم مرزا قادیانی کی زندگی کو ٹھوکیں گے بھی، بجائیں گے بھی، اور دیکھیں گے بھی کہ وہ اندر سے تھا کیا؟۔

ربوہ کے اندر جو وارداتیں ہوئیں۔ تمہاری جماعت کے ایک آدمی نے لکھا تمہارا عقیدہ ہے کہ یہ جو سالانہ حج ہے۔ آپ کے والد گرامی مرزا بشیرالدین محمود نے اپنی کتاب حقیقت الرؤیا کے اندر لکھا کہ مکے اور مدینے کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہوگیا ہے۔ اب وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ جواب ربوہ کے سالانہ جلسہ ہے۔ یہ جو قادیان کا جلسہ ہے۔ اس جلسے کی حیثیت ظلی حج کی ہے۔ آپ کے اس حج کے موقعہ ناراض نہ ہونا۔ پرچلا میٹر ہے کہ ایک رات میں سترہ زنا کی وارداتیں نہیں ہوئیں؟۔

سوچئے! ٹھنڈے دل کے ساتھ سوچئے کہ کب تک آپ قتل کراتے رہیں گے؟۔ آپ نے وہاں ایک سبزی فروش محمد علی کو ربوہ کے اندر قتل نہیں کیا؟۔ ایک کشمیری کی لڑکی کو آپ کے صاحبزادے اغواء کر کے نہیں لے گئے تھے؟۔ بعد میں جس کے ساتھ نکاح کیا۔ آپ کے بیٹے فرید احمد ربوہ کے لوگوں سے ویزوں کے لئے لاکھوں روپے لے کر فراڈ نہیں کیا۔ سوچئے! ان باتوں کو ٹھنڈے دل کے ساتھ سوچئے اور آج میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آج کی ہماری اس گفتگو کو ٹھنڈے دل کے ساتھ سوچو: ''میں قدرت کی طرف سے تمہیں وارننگ دینے کے لئے آیا ہوں۔ میں عرش الٰہی پہ لکھا ہوا دیکھ رہا ہوں کہ رب کعبہ کی قسم! اب تمہاری موت کے دن قریب آچکے ہیں۔''

میری آخری بات یہ کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ جب قادیانیوں کا فتنہ اٹھا تو میں سوچتا تھا کہ یا اللہ کیا ہوگا؟۔ تو خواب میں مجھے حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت ہوتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا انور شاہ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ پوری کائنات میں تلاش کرنے کے باوجود تمہیں قادیانیوں کا بیج تک نہیں ملے گا۔ وہ وقت آگیا ہے۔ باہر کی دنیا میں تم ٹھوکریں کھا رہے ہو۔ پاکستان کے اندر تمہارا نام چوہڑوں اور چماروں کے ساتھ آئینی طور پر لکھا گیا۔ تمہیں خوش نہیں ہونا چاہئے۔ وہ وقت قریب ہے جب قادیانیت کا اخیر ہونا ہے اور کل عالم میں جھنڈا حضور محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت ہی کا بلند و بالا ہونا ہے۔ تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین!

ارشادات عالیہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ!

حضرت مولانا جمیل احمد سواتی

اسلامی اعمال کی ترتیب قائم کرنے میں آ وَ گے تو چیزوں کی ترتیب بدل جائے گی۔ اعمال کی ترقی کو قائم کرنا چیزوں کی ترتیب قرآن مجید کے مطابق بدلنا اسلام اسی کا نام ہے۔ جو چیزوں کی ترتیب قائم کرتے ہیں اور عملوں کی تریتب کو بگاڑتے ہیں۔ خداتعالیٰ ان کو ذلیل کرے گا اور دلوں میں نور ہدایت پیدا نہیں ہوگا۔ جو اعمال محمد ﷺ کی ترتیب قائم کریں گے وہ محبوب ومرجع خلائق بنائے جائیں گے۔ نماز کی حقیقت کو پیدا کرنے کے لئے محنت کرو۔ اسلام دو محنتوں پر چمکتا ہے۔ ایک نماز میں محنت دوسری نماز والی حرکت میں محنت اور اس کو عام کرنا اندر کا نوران دو حرکتوں میں دیا جائے گا۔ دعاء قبول ہوتی ہے۔ جب حرام کے کھانے سے بچو گے اور خوب قبول ہوگی۔ جب مکروہ تک سے بچو گے۔

سوال کرنا حرام ہے۔ اشراف (یعنی اندر ہی اندر مخلوق سے مانگتے رہنا اور مخلوق سے ملنے کی توقع رکھنا) مکروہ ہے۔ منہ سے مانگ لیا تو سوال اندر ہی اندر غیر سے جزا مانگنے کا جذبہ باقی رہتا۔ یہ تو اشراف ہے۔ خداتعالیٰ کے جاننے سے اعتبار سے تو دونوں یکساں ہیں۔ مخلوق سے مانگ کر جو چیز کھاؤ گے وہ حرام ہے۔ اشراف کے ذریعہ جو آئے گی اس کا کھانا مکروہ ہے۔ مخلوق سے مانگ کر کھاو گے تو ذلیل ہو گے۔ خواہ سنجیدگی سے مانگا۔ خواہ ہنسی مذاق سے مانگا۔ یہ مانگنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ اصل ان کی سوال ہی ہے۔ ان دونوں سے بچنا ضروری ہے اور دو چیزوں پر محنت کرنا ضروری ہے۔ اشراف سے بچنے پر محنت اور دعا مانگنے پر محنت۔ مخلوق سے مانگنا سوال ہے۔ خدا سے مانگنا خواہ دل سے ہو خواہ زبان سے۔ یہ دعا ہے۔ اصل دعا دل کی ہے۔ شیطان اشراف پر ڈالے گا۔ تم دعا میں لگ جاؤ۔ یہ اس کا علاج ہے۔ دین و دنیا کا جہاں کوئی مسئلہ آئے تم دعا میں لگ جاؤ تو اشراف سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ جب اشراف سے محفوظ ہو گئے تو سوال سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ اگر اشراف کی جڑ نہ کٹی تو ایک نہ ایک دن سوال کی لعنت میں پھنس جاؤ گے۔

کسی کی چیز بغیر اس کے مالک کی اجازت کے استعمال کرنا حرام ہے۔ اس سے بہت بچو۔ خواہ چیز کتنی ہی معمولی اور عام استعمال میں آنے والی کیوں نہ ہو۔ ممکن ہے جس وقت تم اس کی چیز کو استعمال کرنے کو اٹھا کر لے گئے اس وقت اس کو بھی ضرورت ہو۔ آپس میں بے تکلفی سے بچو کہ اس سے بے اکرامی شروع ہو جاتی ہے اور بے اکرامی سے دل پھٹتے ہیں۔

غریبوں، کس میرسوں کی خدمت سے خدا ملتا ہے۔ تکبر ٹوٹتا ہے۔ تواضع پیدا ہوتی ہے۔ غرض والی خدمت کرنے سے خدا نہیں ملتا۔ (حکام، امراء اور مشائخ وعلماء کی خدمت مطلب برآری وجاہت پرستی شہرت کی وجہ سے بھی کی جاتی ہے۔ اس سے خدا نہیں ملے گا۔)

جس سے گھن آتی ہو، نفرت آتی ہو، ان کی خدمت سے قلوب کھنچتے ہیں۔ جبکہ اس میں کوئی غرض شامل

حال نہ ہو۔ مشائخ عظام کے جو خدام کی بابت ہم سنتے ہیں وہ صاحب کمال بنے۔ یہ وہ خدام تھے جو خانقاہ میں آنے والے مہمانوں کی خدمت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے پاخانہ تک اٹھاتے تھے۔ غرض والی خدمت کرنا بہت آسان ہے۔ لوگ پیروں کی خدمت کرتے ہیں کہ ان کی دعا سے ہمارا فلاں کام بن جائے گا۔ ہماری سفارش کردیں گے۔ پھر ان حضرات کی خدمت سے نفس کو مفت کی شہرت ملنے کی وجہ سے لذت آتی ہے۔ یہ تمام اغراض ہیں ان سے پاک ہوکر خدمت کرو۔

جتنا محنت کا میدان وسیع ہوگا اسی قدر نور زیادہ نصیب ہوگا۔ ہمارے اور تمہارے سب کے سردار حضرت محمد ﷺ کی دعوت ومحنت عالمی تھی۔ دیگر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محنت علاقائی اور مخصوص اقوام تک تھی۔ حضرت محمد ﷺ کی محنت کا میدان سارا عالم اور قیامت تک آنے والی تمام اقوام کو شامل ہے۔ زہد اور تقویٰ کی برکت سے اللہ پاک لوگوں کے قلوب کو پلٹ دیتے ہیں۔

اس کے ذیل میں حضرت داؤد طائی نور اللہ مرقدھم کا قصہ سنایا۔ فرمایا یہ ایک بزرگ گذرے ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کی کمائیوں کی آمدنی ٹھیک نہیں رہی تو لوگوں سے ہدیے لینے چھوڑ دیئے اور باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ اندر ہی اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ذکر کرتے رہتے۔ جب ان کے والد مرحوم کا انتقال ہوا تو بہت ہی قلیل رقم چھوڑ کر گئے تھے۔ جس پر انہوں نے تیس سال گذار دیئے۔ جب یہ بھی ختم ہوگئی تو مکان کے پتھر اور چھت کی کڑیوں کو بیچ کر گذارا کیا۔ مگر لوگوں سے نہیں لیا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو صبح سے شام تک جنازہ چلا۔ تب جاکر کہیں قبرستان پہنچا۔ لوگوں کے ہجوم کی کثرت کی وجہ سے چودہ چارپائیاں ٹوٹیں اور اس دن ان کی برکت سے چھ لاکھ یہودی مسلمان ہوئے۔

اسی طرح حضرت جی نور اللہ مرقدہ نے حضرت شیخ المشائخ سیدنا شہاب الدین سہروردیؒ کا واقعہ بیان کیا۔ فرمایا کہ ان کی برکت سے شاہان تیمور اور تاتاریوں کی بہت بڑی اور جنگجو قوم جس کا اس زمانہ میں جھکانے والا کوئی نہ تھا۔ جن کی تلواروں کے سامنے سب کی تلواریں کند ہوگئی تھیں اور جس قوم نے ایک دفعہ ساری دنیا کو زیر زبر کرکے رکھ دیا۔ جو مسلمان کے نام سے بھی انتہائی نفرت رکھتے تھے۔ اسلام لاناذکر فرمایا۔ فرمایا اگر مقصد اچھا ہے اور اس کی اجتماعی نوعیت اچھی ہوجائے تا خداوند قدوس سے بے انتہا منافع کی امید کی جاسکتی ہے۔

ایک دفعہ اجتماع کے موقع پر ارشاد فرمایا میرے بھائیو اور دوستو! ہم جو اپنے اپنے عیش وراحت کو چھوڑ کر جمع ہوئے ہیں۔ سو وہ بہت اونچے مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ وہ مقصد اجتماعی ہے۔ انفرادی نہیں۔ وہ مقصد مجمع کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ انفرادی زندگی سے تعلق نہیں رکھتا اور مقصد جب حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ تمام مجمع متفکر رہے۔ مقصد اگر نیک ہوتا ہے تو خیر وفلاح کی امید ہوتی ہے اور جب مقصد خراب ہوتا ہے تو برے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

اس عالم کی تمام اشیاء فنا ہوجانے والی ہیں۔ اس عالم میں جب انسان ہوتا ہے تو وہ بھی یہاں فنا ہوجاتا ہے اور جب بقا والے عالم میں چلا جاتا ہے تو بقا والا بن جاتا ہے۔ خواہ جنت میں بقا والا بن کر رہے۔ خواہ دوزخ میں بقا کے لئے رہے۔ اس فنا والے عالم میں جس نے اچھی زندگی گذاری یعنی ایمان واسلام والی زندگی گذاری تو بقا

والے عالم میں بھی اچھی زندگی گذارے گا اور جس نے اس عالم میں بری زندگی گذاری اس کو بقا والے عالم میں بھی خراب زندگی گذارنی پڑے گی۔

فرمایا حقیقت کے خلاف کو دھوکہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور جناب رسول اللہ ﷺ نے جو حقائق بتلائے ہیں یہ دیکھو کہ ہماری محنت اس کے مطابق ہے یا اس سے ہٹی ہوئی ہے؟۔ جو لوگ حقائق کو تلاش نہیں کرتے اور اس کے بغیر محنت اٹھاتے ہیں وہ دھوکہ پر محنت کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں حقیقت یہ ہے۔ یہ دھوکہ ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو سمجھنے میں کامیاب اور اصل میں نکلنے میں ناکامیاب۔ جب حقیقت میں زندگی گذارنے کے لئے اپنے آپ کو ریاضت و مجاہدہ کا عادی نہیں بنائیں گے تو وہ دھوکہ میں پڑیں گے۔ ہمارے جمع ہونے کا مقصد یہ ہی ہے کہ آیا ہم حقیقت پر محنت کر رہے ہیں یا دھوکہ پر۔ اس پر غور کریں۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے آپ کو تکالیف کے برداشت کرنے کے حقائق پر ڈالا تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی تکالیف برداشت کرنا محبوب ہوگیا تھا۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ موت حق ہے اور حیات دھوکہ ہے۔ حیات ختم ہو جانے والا ایک وقت ہے۔ جس کے متعلق یوں معلوم نہیں کہ کب ختم ہو جائے گا۔ انسان موت کی طرف تو پیٹھ کرتا ہے اور زندگی کی طرف نہیں کرتا۔ زندگی کی تو ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھے اور موت کے اتنے بڑے مسئلہ کو نہ دیکھے کہ جہاں ہزاروں برس رہنا پڑے گا۔ یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔ دھوکہ والے انسان ہیں جو موت سے پہلے کی زندگی کا تو اہتمام کرتے ہیں اور مرنے کے بعد والی زندگی کو بھولے بیٹھے ہیں۔ ایسے انسان دوزخ میں جائیں گے۔

فرمایا انسان چیزوں کی لائن سے تو ایک ایک ذرہ کو یہاں ہی چھوڑ کر جائے گا اور اعمال کی لائن سے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو ساتھ لے کر جاتا ہے۔ اگر ہم چیزوں کا فکر تو کریں اور اعمال کا فکر نہ کریں تو یہ زبردست دھوکہ ہے۔ زمین سے جو چیزیں نکل رہی ہیں وہ تو فنا ہو جائیں گی اور وہ اعمال جو انسان کے بدن سے نکل رہے ہیں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ خواہ بد ہوں یا نیک۔ چیزوں میں سے تو ایک شخص بھی اس دنیا سے ایک چیز بھی ساتھ لے کر نہیں جائے گا۔ یہاں تک میدان حشر میں یہ شخص ننگا اٹھایا جائے گا۔ لیکن اعمال میں سے ایک ایک عمل اس کے ساتھ ہوگا۔ مجرمین میدان حشر میں خداوند قدوس کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ دیکھیں گے کہ اعمال کے رجسٹر موجود ہیں اور ایک ایک عمل ان کا لکھا ہوا ہے۔ اگر شر کا ایک ذرہ برابر عمل ہوا ہوگا اور ان سے رو پیٹ کر دنیا میں معاف نہ کرایا ہوگا تو وہ بھی سامنے آجائے گا۔

فرمایا محنت کی دو لائنیں ہیں۔ ایک حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والی لائن جنہوں نے انسانوں کی پاکیزگی کے لئے محنت کی اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے جائیدادوں اور حکومتوں کے نقشے بنائے اور انسانوں کی بھیڑ کو جمع کیا۔ جو نقشے والے اور چیزوں والے ہیں اور اعمال اچھے نہیں تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ان کو دنیا ہی میں موت سے پہلے پہلے ذلیل کر کے دکھلا دیا۔ مال والوں کو زمین میں دھنسا کر دکھلا دیا۔ اصل جگہ تو موت کے بعد آئے گی۔ جہاں ہر شخص حقیقت کو معلوم کر لے گا۔ لیکن مرنے سے پہلے بھی بعضوں کو نقشہ دکھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ جل

شانہ نے لائن تو قائم کردی۔ ایک تو اعمال کے اچھے کرنے کی محنت۔ انسان کے ہر عضو سے رات دن اعمال نکل رہے ہیں۔ عمل تو ضرور نکلیں گے۔ اگر ہم چاہیں کہ اچھے عمل نکلیں تو اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔ اگر محنت کرنی چھوڑ دی تو پھر برے عمل خود بخود نکلیں گے۔ جس طرح زمین پر محنت کرنے سے غلے نکلتے ہیں۔ سونا چاندی نکلتا ہے۔ پیٹرول نکلتا ہے اور اگر محنت نہ کی جائے تو نفع والی چیزیں تو نکلیں گی نہیں۔ ہاں کانٹے دار درخت اور جھاڑیاں جو جلانے کے قابل ہوتی ہیں خود بخود نکل آئیں گی۔ جو اعمال خداوند قدوس کو راضی کرائیں اور آسمان وزمین کے فیصلے ہمارے موافق کرادیں تو اس کے لئے بہت محنت کرنی پڑے گی۔

سلسلہ وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے چل رہا ہے۔ وہ اپنے وجود میں اصل ہیں اور سب اس کے تابع ہیں۔ وہ جس طرح چاہیں گے کر کے دکھلا دیں گے اور سارے وجود اس کے محتاج ہیں۔ ذات کو پہچاننے کے لئے صفات آتی ہیں۔ اس کے لئے دیا گیا لا رب الا اللہ انسان کے سارے مسائل خدا کی ذات سے ہوتے ہیں۔ عزت وذلت، فساد امن صحت بیماری وغیرہ جتنے مسائل ہیں ان کا تعلق ایک خدا کی ذات سے ہے۔ رب کی ایسی صفت جو اپنے اندر تمام کو لئے ہوئے ہے۔ جب چاہیں گے فقیر کردیں گے۔ جب چاہیں گے غنی کردیں گے۔ جب چاہیں گے بیمار کردیں گے۔ جب چاہیں گے تندرست کردیں گے۔

ختم نبوت کانفرنس ٹنڈو اللہ یار

۷/اپریل ۲۰۰۷ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی ٹنڈو اللہ یار تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی کا مدرسہ صدیق اکبر کی طالبات میں، حضرت مولانا احمد میاں حمادی کا مدرسہ فاروقیہ میں اور حضرت مولانا محمد علی صدیقی کا مدرسہ اجابہ میں بیان ہوئے۔ رات کو جامع مسجد میمن میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کیا۔ جس کا انتظام حضرت مولانا راشد محبوب اور حضرت مولانا مفتی محمد عمران نے کیا۔

ختم نبوت کانفرنس حیدرآباد

۹/اپریل کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا یہ قافلہ حضرت ناظم اعلیٰ کی قیادت میں حیدرآباد پہنچا۔ جہاں حضرت مولانا محمد نذر عثمانی نے حضرت مولانا عبدالسلام قریشی اور حضرت مولانا سیف الرحمٰن آرائیں کی معیت میں خوش آمدید کہا۔ رات کو بعد نماز عشاء مسجد فاروق اعظم تلک چاڑی میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت حضرت مولانا عبدالسلام قریشی نے کی۔ کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، حضرت علامہ احمد میاں حمادی، حضرت قاضی منیب الرحمٰن کراچی، حضرت مولانا اللہ وسایا اور حضرت مولانا سیف الرحمٰن آرائیں نے خطاب کیا جبکہ جناب حافظ ابوبکر نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ اس کانفرنس کے بعد حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ملتان کے لئے عازم سفر ہوئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ!

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن خانو خیل

اسلام کے نامور سپوت، پیکر شجاعت، تاریخ اسلام کی مشہور شخصیت، اللہ کی تلواروں میں سے تلوار بزبان نبوت، حضرت خالد بن ولیدؓ کے اسلام قبول کرنے کے زمانہ میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صفر ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ خیبر کے بعد ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے۔ بخاری کی روایت کے مطابق غزوہ موتہ میں حضرت خالدؓ بن ولید شریک تھے اور غزوہ موتہ فتح مکہ سے چار ماہ پہلے ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ صلح حدیبیہ اور غزوہ موتہ کی درمیانی مدت میں مشرف باسلام ہوئے۔

اسلام قبول کرنے کا واقعہ

حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب میرے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا تو میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ قریش مکہ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مقابلہ پر جس لڑائی میں بھی جاتا تو واپسی پر میرے دل کی یہ کیفیت ہوتی کہ اپنی تمام جدوجہد اور کوشش لاحاصل اور بے سود نظر آتی اور یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ ضرور غالب ہوں گے۔

حدیبیہ کے موقع پر میں مشرکین مکہ کے سواروں میں سے تھا تو میں نے آپ ﷺ کو مقام عسفان میں صحابہ کرامؓ کو نماز خوف پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے آپ ﷺ پر اچانک حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ ﷺ میرے اس ارادہ پر مطلع ہوگئے اور میں ناکام واپس ہوا تو میں نے سمجھا کہ یہ شخص اللہ کی حفاظت میں ہے اور غیب سے اس کی حفاظت ہورہی ہے۔ آنحضرت ﷺ جب قریش سے صلح کر کے واپس ہوئے تو میں نے سمجھا کہ قریش کی قوت ختم ہوگئی ہے اور شاہ حبشہ نجاشی آپ ﷺ کا پیرو ہو چکا ہے اور آپ ﷺ کے صحابہؓ حبشہ میں پرامن زندگی گزار رہے ہیں۔ میرے لئے یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ہرقل شاہ روم کے پاس چلا جاؤں اور یہودی یا نصرانی ہو کر عجم کے تابع رہ کر عیب کی زندگی گزاروں اور چند روز اپنے وطن میں رہ کر دیکھوں کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟۔

اسی خیال میں تھا کہ آنحضرت ﷺ آئندہ سال عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ میں مکہ سے نکل کر روپوش ہوگیا۔ میرا بھائی ولید بن ولید حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔ اس نے مجھے بہت تلاش کیا۔ مگر میں نہ ملا تو اس کے بعد میرے بھائی نے مجھے ایک خط لکھا۔ اس خط کو پڑھ کر اسلام کی طرف میری رغبت زیادہ ہوگئی۔ اسی دوران میں نے ایک خواب بھی دیکھا کہ میں قحط زدہ شہروں میں ہوں اور ان سے نکل کر میں سرسبز اور کشادہ شہروں میں چلا گیا ہوں۔ میں نے سوچا کہ یہ خواب مجھے تنبیہ کے لئے دکھلایا گیا ہے۔ میں مکہ مکرمہ آیا۔ اسباب سفر مہیا کر کے مدینہ کی طرف چلا اور خیال کیا کہ کوئی اور بھی میرے ساتھ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں صفوان بن امیہ اور عکرمہؓ بن ابی جہل سے ملاقات کی۔ لیکن ان دونوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد عثمانؓ بن طلحہ سے ملا جو میرا سچا دوست تھا اور اسے اسلام قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ اس نے میرا مشورہ قبول کیا اور ساتھ مدینہ چلنے کے لئے آمادہ ہوگیا۔ حسب وعدہ وہ

مجھے مقام یاءجج میں آ ملا۔ جب ہم دونوں مقام ھدہ میں پہنچے تو عمرو بن عاصؓ سے ملاقات ہوگئی۔ وہ بھی اسی ارادہ سے مدینہ جارہے تھے۔

ہم تینوں ایک ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور اپنی سواری کے اونٹ مقام حرہ میں بٹھلائے۔ کسی نے ہماری خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچائی۔ آپ ﷺ ہماری آمد کی خبر سن کر بہت مسرور ہوئے۔ راستہ میں میرا بھائی ولید مجھے آملا اور کہا کہ جلدی چلو، حضور ﷺ کو تمہاری آمد کی خبر ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ تمہاری آمد سے بہت مسرور ہوئے ہیں اور تمہارے منتظر ہیں۔ ہم جب خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ ہمیں دیکھ کر مسکرائے۔ میں نے کہاالسلام علیك یا رسول الله! آپ ﷺ نے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کیااشھد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قریب ہو جاؤ اور ارشاد فرمایا کہ:

”حمد ہے اس ذات کی جس نے تجھے اسلام کی توفیق دی۔ میں دیکھتا تھا کہ تجھ میں عقل ہے اور امید کرتا تھا کہ وہ عقل خیر اور بھلائی کی طرف تیری رہنمائی کرے گی۔“

خالد بن ولیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ مقامات جنگ میں آپ ﷺ کے اور حق کے مقابلہ میں ہوتا تھا۔ جس سے میں شرمندہ اور نادم ہوں۔ اس لئے آپ ﷺ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے ان تمام گناہوں کو معاف فرمادے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”اسلام ان تمام امور کا خاتمہ کردیتا ہے جو اس سے پہلے ہو چکے ہیں۔“ میں نے پھر یہی درخواست کی تو آپ ﷺ نے میرے لئے یہ دعاء فرمائی:

”اللھم اغفر لخالد بن الولید ما اوضع فیه من صد عن سبیل الله“ اے اللہ! تو خالدؓ بن ولید کی ان تمام خطاؤں کو معاف کردے جو خالدؓ نے خدا کی راہ سے روکنے کے لئے کی ہیں۔

حسب ونسب

خالد بن ولیدؓ کے والد ولید بن مغیرہ قریش کے نامی گرامی سردار تھے اور ان کی ماں لبابہ صغریٰ بنت حارث حضرت ابن عباسؓ کی حقیقی خالہ تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی ماں لبابہ کبریٰ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی ماں لبابہ صغریٰ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ سب حقیقی بہنیں تھیں اور یزید ابن الاصم کی ماں برزہ بنت حارث بھی بہن تھیں۔ اسماء بنت عمیسؓ، حضرت جعفرؓ کی زوجہ اور سلمیٰ بنت عمیس حضرت حمزہؓ کی زوجہ ان کی سوتیلی بہنیں تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی ان کی بہنیں تھیں اور یہ سب حضرت ابن عباسؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی خالہ تھیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ اسلام سے قبل شرفاء قریش میں بڑے معزز شخص تھے۔ قبہ اور اعنۃ الخیل ان کے سپرد تھا۔ قبہ کا یہ مطلب ہے کہ قریش جنگ کے موقع پر ایک خیمہ کھڑا کیا کرتے تھے اور تمام سامان حرب اس میں جمع کیا جاتا تھا۔ اس کا انتظام اور اسلحہ کا تقسیم کرنا انہی کے اختیار میں تھا اور اعنۃ الخیل کا مطلب یہ ہے کہ مقدمۃ الجیش کا انتظام ان کے سپرد تھا۔ یہ قریش کے بڑے بہادر لوگوں میں سے تھے اور اس سے قبل اسلام کے خلاف انہوں نے پوری قوت صرف کی تھی۔ مگر مقدرات الہیہ کا مقابلہ ان کے بس کی بات نہ تھی۔ جب یہ مسلمان ہوئے تو خدا کی تلوار

تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔ اس کے بعد ان کی تلوار نے عرب، شام اور روم میں زلزلہ ڈال دیا اور وہ کام کئے جو خدا نے انہی کے حصہ میں رکھے تھے۔ غزوہ موتہ کے بعد سے ان کے کارناموں کا ایک عظیم الشان سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ (اصح السیر)

اب مختصر طور پر حضرت خالد بن ولیدؓ کے کارناموں پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ ان کے حق میں حضور ﷺ کی خصوصی دعاء اور ان کی آمد پر آپ کے بے تابانہ انتظار، قرب کی طرف اشارہ کرنا، ان کی عقل مندی کا اعتراف حضرت خالد بن ولیدؓ کی عظمت وشخصیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

غزوہ موتہ میں شرکت

ملک شام کے علاقہ بلقاء میں ایک مقام موتہ ہے۔ حضور ﷺ نے جمادی الاولی ۸ھ میں تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہؓ کی امارت میں موتہ کی طرف روانہ فرمایا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر لشکر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن ابی رواحہؓ امیر لشکر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں۔ اس مقام پر مسلمانوں کا لشکر تین ہزار اور کفار کا لشکر دو لاکھ تھا۔ مسلمانوں کے لشکر کے تینوں امیر نوبت بہ نوبت شہید ہو گئے۔ اس کے بعد تمام لشکر نے اتفاق رائے سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو اپنا امیر منتخب کر لیا۔ جس روز اور جس وقت مقام موتہ میں غازیان اسلام کی شہادت کا یہ حادثہ پیش آرہا تھا تو حق جل شانہ نے سرزمین شام کو اپنی قدرت کاملہ سے آپ ﷺ کے سامنے کر دیا کہ میدان جنگ آپ ﷺ کے سامنے تھا۔ آپ ﷺ کے اور شام کے درمیان تمام حجابات اٹھا دیئے گئے۔ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

''ان النبی ﷺ وسلم نعی زیداو جعفر اوابن رواحة قبل ان یاتیھم خبرھم فقال اخذ الرایة زید فاصیب ثم جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحة فاصیب وعیناہ تذر ان حتی اخذ الرایة سیف من سیوف اللہ حتیٰ فتح اللہ علیھم (صحیح بخاری ج۲ص۶۱۱)''

حضور ﷺ نے حضرت زیدؓ، جعفرؓ، ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر ان کی خبر پہنچنے سے پہلے دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زیدؓ نے جھنڈا لیا۔ وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفرؓ نے لیا۔ وہ شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہؓ نے لیا۔ وہ شہید ہو گئے اور آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حتیٰ کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطاء فرمادی۔

صحیح بخاری کے اسی صفحہ پر حضرت خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے کہ غزوہ موتہ میں لڑتے لڑتے میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ صرف ایک یمنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔ دوسرے روز حضرت خالد بن ولیدؓ نے لشکر کی ہیئت تبدیل کر دی۔ مقدمة الجیش کو ساقہ اور میمنہ کو میسرہ کر دیا۔ دشمن لشکر کی ہیئت بدلی ہوئی دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور یہ سمجھے کہ نئی مدد آپہنچی۔ ابن سعد ابو عامر سے راوی ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے رومیوں پر حملہ کیا تو ان کو ایسی فاش شکست دی کہ میں نے ایسی شکست کبھی نہیں دیکھی۔ مسلمان جہاں چاہتے تھے وہیں اپنی تلوار رکھتے

تھے۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ غنیمت میں کچھ سامان بھی ملا۔ رومیوں کی پسپائی کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے تعاقب مناسب نہ سمجھا اور اپنی قلیل جماعت کو لے کر مدینہ واپس آ گئے۔

نکتہ: حضرت خالد بن ولیدؓ تو اللہ کی تلوار ہیں اور اس تلوار کا چلانے والا اور کافروں پر اس کا استعمال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جس تلوار کو اللہ چلائے تو ظاہر ہے کہ اس تلوار سے کون بچ کر بھاگ سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ اوّل صدر مدرس دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی ساری عمر شہادت کی تمنا میں جہاد وقتال میں گذاری۔ لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اور شہادت ان کو نصیب نہ ہوئی۔ مولانا مرحوم میں کچھ شان جذب کی تھی۔ اسی شان جذب میں فرمایا کہ خالد بن ولیدؓ خواہ مخواہ ہی شہادت کی تمنا اور آرزو کرتے تھے۔ ان کی اس تمنا اور آرزو کا پورا ہونا ناممکن اور محال تھا۔ جس کو رسول کریم ﷺ نے اللہ کی تلوار بتایا ہو۔ اسے نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ موڑ سکتا ہے۔ اللہ کی تلوار کا توڑنا ناممکن اور محال ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

اکیدر کی گرفتاری

رسول کریم ﷺ نے تبوک سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو تقریباً سوا چار سو سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کی طرف بھیجا۔ اکیدر بن عبدالملک بنی کندہ کا ایک نصرانی تھا اور ہرقل کی طرف سے دومۃ الجندل کا حاکم اور فرماں روا تھا۔ آپ ﷺ نے روانگی کے وقت حضرت خالد بن ولیدؓ سے فرمایا کہ وہ تم کو شکار کھیلتا ہوا ملے گا۔ اس کو قتل نہ کرنا، گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا۔ اگر وہ انکار کرے تو قتل کر دینا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ چاندنی رات میں پہنچے۔ گرمی کا موسم تھا۔ اکیدر اور اس کی بیوی فصیل کے پھاٹک پر بیٹھے ہوئے گانا سن رہے تھے۔ اچانک ایک نیل گائے نے قلعہ کے فصیل کے پھاٹک کو آ کر ٹکر ماری۔ اکیدر فوراً ہی مع اپنے بھائی اور چند عزیزوں کے شکار کے لئے اترا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے پیچھے دوڑے۔ تھوڑی ہی دور نکلے تھے کہ خالد بن ولیدؓ آ پہنچے۔ اکیدر کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا۔ وہ مارا گیا اور اکیدر جو شکار کرنے کے لئے نکلا تھا وہ خود خالد بن ولیدؓ کا شکار ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا میں تم کو قتل سے پناہ دے سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم میرے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا منظور کرو۔ اکیدر نے اس کو منظور کیا۔ خالد بن ولیدؓ اکیدر کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اکیدر نے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دے کر صلح کر لی۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

سریہ نجران

ماہ ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ ۱۰ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک سریہ کا امیر مقرر کر کے نجران اور اس کے اطراف وجوانب کی طرف روانہ فرمایا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو یہ حکم دیا کہ قتال سے پہلے تین بار اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول کریں تو تم بھی ان کے اسلام کو قبول کرنا اور اگر وہ دعوت اسلام کے قبول کرنے سے انکار کر دیں تب ان سے لڑائی کرنا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جب نجران پہنچے اور ان کو اسلام

کی دعوت دی تو سب نے بلاچون وچرا اسلام قبول کرلیا۔ حضرت خالد بن ولید ٹھہر گئے اور ان کو اسلام کی تعلیم دینے لگے اور ایک خط کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے فرمان بھیجا کہ نجران کے قبیلہ بنی حارث بن کعب کا وفد ہمراہ لے کر مدینہ آئیں۔ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت خالد بن ولیدؓ بنی حارث کا وفد لے کر مدینہ شریف حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کو نہایت عزت وتعظیم کے ساتھ ٹھہرایا۔ شروع ماہ ذی قعدہ ۱۰ ہجری میں جس وقت یہ لوگ مدینہ سے نجران واپس ہونے لگے تو آپ ﷺ نے ان پر قیس بن حصینؓ کو امیر مقرر کیا اور وفد کی روانگی اور واپسی کے بعد عمرو بن حزمؓ کو بغرض تعلیم فرائض وسنن واحکام اسلام ووصولی صدقات ان کا عامل بنا کر روانہ کیا اور ایک فرمان لکھ کر ان کو عنایت کیا۔ جو سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ (سیرۃ المصطفی) اس کے چار مہینے بعد حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا۔

جھوٹے مدعیان نبوت کا استیصال

حضور ﷺ کی زندگی میں ہی جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوگئے تھے۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب نے آپ ﷺ کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کردیا۔ لیکن آپ ﷺ کی زندگی میں یہ جھوٹی آواز صور صداقت کے سامنے نہ ابھر سکی۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اسود عنسی، طلیحہ بن خویلد وغیرہ کئی مدعیان نبوت پیدا ہوگئے۔ مردوں کے علاوہ کئی عورتیں بھی اس خبط میں مبتلا ہوگئیں۔ چنانچہ قبیلہ تمیم کی ایک عورت سجاح بنت خویلد بھی نبوت کی دعویدار بن گئی تھی اور مسیلمہ کذاب سے شادی کرلی تھی۔

موتہ کی مہم کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ان جھوٹے نبیوں کے استیصال کی طرف توجہ فرمائی۔ مسیلمہ کی مہم پر حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو مقرر فرمایا۔ حضرت عکرمہؓ ان کی مدد پر مامور ہوئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید طلیحہ بن خویلد کی طرف بڑھے۔ طلیحہ کے متبعین کو قتل وگرفتار کیا۔ تمین قیدیوں کو مدینہ روانہ کیا۔ طلیحہ شام بھاگ گیا۔ پھر تجدید اسلام کر کے مسلمان ہوگیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہؓ اور حضرت عکرمہؓ مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں تھے۔ عکرمہؓ نے شرحبیلؓ سے پہلے پہنچ کر مسیلمہ کے پیرو بنی حنیفہ پر حملہ کردیا۔ لیکن انہیں شکست ہوئی۔ ان کی شکست کی خبر سن کر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو جو طلیحہ کی مہم سے فارغ ہوچکے تھے۔ حضرت شرحبیلؓ کی مدد کے لئے بھیجا۔ مسیلمہ کے پیروکار چالیس ہزار کی تعداد میں جمع تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک خونریز جنگ کے بعد بنی حنیفہ کو نہایت فاش شکست دی۔ مسیلمہ وحشی بن حربؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کی بیوی سجاح جو کہ خود مدعیہ نبوت تھی۔ شوہر کے قتل ہونے کے بعد بھاگ گئی۔ اسود عنسی کی جماعت میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ غرضیکہ چند دنوں کے اندر تمام دجالوں کا خاتمہ ہوگیا۔ (تاریخ اسلام)

عراق پر فوج کشی اور فتوحات

حضرت خالد بن ولیدؓ مدعیان نبوت اور مرتدین کی مہم سے فراغت پاچکے تھے۔ لیکن ابھی واپس نہ ہوئے تھے۔ مثنیٰ کی درخواست پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو راستہ ہی سے ان کی مدد کے لئے عراق جانے کا حکم

دیا۔ چنانچہ وہ فوجیں لئے ہوئے سیدھے عراق روانہ ہوگئے اور مثنیٰ کو ساتھ لے کر بانقیا اور بارسوا کے حاکموں کو مطیع کرتے ہوئے ابلہ پہنچے اور عراق کے ایرانی حاکم ہرمز کو لکھا کہ:

''یا اسلام قبول کرو یا جزیہ ادا کرو ورنہ تم کو ایک ایسی قوم سے لڑنا پڑے گا جو موت کی اتنی ہی آرزو مند ہے۔ جتنی تم زندگی کی تمنا رکھتے ہو۔''

ہرمز نے یہ خط اردشیر کے پاس ایران بھجوادیا اور خود حضرت خالد بن ولیدؓ کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ مقام کاظمہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ایرانیوں نے نہایت فاش شکست کھائی اور ہرمز مارا گیا۔ دوسری طرف اردشیر نے ہرمز کا خط پاتے ہی قارن کی ماتحتی میں ایک زبردست فوج اس کی مدد کے لئے روانہ کردی۔ اس کو مقام مذار میں ہرمز کی شکست کی خبر ملی۔ اس لئے قارن یہیں ٹھہر گیا۔ ہرمز کی شکست خوردہ فوج بھی مذار پہنچ گئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو خبر ہوئی تو وہ مذار پہنچے۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ ان کی تیس ہزار سپاہ کام آئی اور قارن وغیرہ بڑے بڑے افسر مارے گئے۔ اس شکست اور فوج کی بربادی کی خبر اردشیر کو پہنچی تو اس کو سخت رنج ہوا۔ اس نے ایران کے ممتاز بہادر بہمن جاذویہ وغیرہ کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ سپہ سالار ایرانی سپاہ کے علاوہ حیرہ اور کسکر کے تمام باشندوں اور عیسائی عربوں کو ساتھ لیتے ہوئے دجلہ میں آکر خیمہ زن ہوا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس اجتماع کی خبر ہوئی تو وہ مقابلہ کے لئے بڑھے۔ ایرانیوں کے لشکرگاہ کے قریب پہنچ کر تھوڑی سی فوج ساحل کے نشیب میں چھپادی اور خود آگے بڑھ کر صف آراء ہوئے۔ ایرانی پہلے سے تیار تھے۔ دونوں میں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ جب ایرانی تھک گئے تو تازہ دم مسلمانوں نے کمین گاہوں سے نکل کر حملہ کردیا۔ ایرانی اس حملہ کی تاب نہ لاسکے اور بدحواس ہوکر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ہر طرف سے گھیر کر قتل کرنا شروع کیا اور بے شمار ایرانی مارے گئے اور بہمن جاذویہ کے ساتھ جو دوسرا سپہ سالار زغر تھا۔ وہ جان بچا کر بھاگ نکلا۔ لیکن کچھ دور آگے جاکر پیاس کی شدت سے مرگیا۔ اس جنگ میں بہت سے عیسائی عرب بھی جنہوں نے ایرانیوں کا ساتھ دیا تھا مارے گئے تھے۔ اس لئے اس کے انتقام میں تمام عیسائی قبائل بہمن جاذویہ سے جو الیس میں پڑا ہوا تھا جاکر مل گئے۔

کسکر کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ الیس پہنچے اور ایرانیوں اور عربوں دونوں کو شکست دے کر ان کی بہت بڑی تعداد کو زندہ گرفتار کر کے قتل کرادی۔ الیس سے فراغت کے بعد امغیشیا پہنچے۔ لیکن یہاں کے باشندے ان کا رخ دیکھ کر پہلے شہر خالی کر چکے تھے۔ امغیشیا کے بعد خالد بن ولیدؓ فرات کے راستہ سے حیرہ کی طرف بڑھے۔ حاکم حیرہ نے پیش بندی کے طور پر پہلے ہی اپنے لڑکے آزادبہ کو مسلمانوں کے روکنے کے لئے آگے بھیج دیا تھا۔ اس نے فرات کا بند باندھ دیا تھا۔ اس لئے کچھ دور چل کر کشتیاں رک گئیں۔ یہ صورت دیکھ کر مسلمان کشتیوں سے اتر پڑے۔ فرات کے دہانہ پر آزادبہ کا مقابلہ ہوا۔ آزادبہ شکست کھا کر مارا گیا۔ آزادبہ کو ختم کرنے کے بعد مسلمانوں نے فرات کا بند کھول کر حیرہ کا راستہ لیا۔ اہل شہر نے دروازے بند کر لئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کا محاصرہ

کرالیا۔ عرصہ تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر میں ایرانیوں نے محاصرہ سے گھبرا کر ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ پر صلح کر لی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے یہ عہد نامہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا کہ:

''اہل حیرہ ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ ادا کریں گے۔ ہم اس کے معاوضہ میں ان کی حفاظت کریں گے اور ان کی حفاظت نہ کرسکیں تو یہ رقم ان پر واجب نہ رہے گی اور اگر وہ بدعہدی کریں تو ہم بری الذمہ ہیں۔''

مسلمانوں کی ان فتوحات اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے حسن سلوک سے حیرہ کے قرب وجوار کے باشندوں نے بھی بیس ہزار درہم پر صلح کر لی اور جنوبی عراق پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ جنوبی عراق کی تسخیر کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ اس کی حفاظت کے لئے قعقاع بن عمرؓ کو چھوڑ کر انبار پہنچے۔ ایرانی فوجیں قلعہ بند تھیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے محاصرہ کر کے حملہ شروع کر دیا۔ لیکن ایرانی خندق کے پار سے تیر برسا رہے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کا حملہ کامیاب نہ ہوتا تھا۔ یہ صورت دیکھ کر حضرت خالد بن ولیدؓ نے بھی تیر چلانے کا حکم دے دیا اور مسلمانوں نے تیروں سے ہزاروں آنکھیں بے کار کر دیں۔ اس سے ایرانی گھبرا گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے خندق پٹوا کر فوجیں پار اتار دیں۔ اس سے ان کے اوسان اور خطا ہو گئے اور انہوں نے سپر ڈال کر صلح کر لی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے انبار کا معرکہ سر کیا تھا کہ دوسری طرف بہرام چوبیں کا لڑکا تازہ دم فوجیں لے کر عین التمر پہنچ گیا۔ عربی قبائل میں تمر، تغلب اور ایاد وغیرہ بھی اس کے ساتھ تھے۔ اس لئے انبار کا معرکہ سر کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ عین التمر پہنچے۔ بہرام چوبیں کا لڑکا بڑا متعصب تھا۔ اگرچہ عرب قبائل نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن اس نے قومی عصبیت میں انہیں آگے کر دیا۔ بعض ایرانی اس پر معترض ہوئے تو جواب دیا کہ ان کی قوم نے ہمارا ملک تباہ کیا ہے۔ اس لئے انہی کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے کٹانا چاہئے۔ مقام کرخ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے عربوں کے ایک بڑے سردار کو گرفتار کرالیا۔ اس کی گرفتاری کے بعد عربوں نے سپر ڈال دی۔ خالد بن ولیدؓ نے ان کی بہت بڑی تعداد گرفتار کر لی اور ان کی قوم فروشی کی سزا میں انہیں قتل کر دیا۔ اس کے بعد ایرانیوں کے مقابلہ کے لئے جو قلعہ میں محفوظ تھے پہنچے۔ انہوں نے نکل کر مدافعت کی لیکن ناکام ہوکر پھر قلعہ میں گھس گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بزور شمشیر قلعہ فتح کرلیا اور معمولی اخراج کے علاوہ اور مفتوحہ علاقہ پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا۔

عراق وشام کی سرحد دومتہ الجندل میں عہد نبوی سے عربی عیسائی قبائل مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے۔ غزوہ تبوک اسی سلسلہ میں ہوا تھا اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے یہاں کے ایک فرماں روا اکیدر بن عبدالملک کو گرفتار کر کے مطیع بھی بنایا تھا۔ ان سازشوں کا سلسلہ ابھی تک قائم تھا۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے اس کے تدارک کے لئے عیاض بن غنمؓ کو مامور فرمایا۔ یہ مہم تنہا ان کے بس کی نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے جو قریب ہی تھے مدد مانگی۔ وہ فوراً پہنچے۔ اکیدر بن عبدالملک کو ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولیدؓ کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اس نے دوسرے فرمانروا جودی وغیرہ کو جنگ سے روکا۔ مگر جودی نہ مانا۔ اکیدر نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور

عیاضؓ اور خالد بن ولیدؓ نے دومتہ الجندل کا محاصرہ کرلیا۔ جودی نے مقابلہ کیا اور شکست کھا کر مارا گیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے پھاٹک توڑ کر قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ بنی کلب کو ایک مسلمان عاصم نے امان دے دی۔ باقی قبائل قتل کر دیئے گئے۔ ادھر حضرت خالد بن ولیدؓ دومتہ الجندل کی مہم میں مشغول تھے۔ دوسرے طرف عراق میں عرب قبائل نے ایرانیوں کو عراق واپس لینے کے لئے ابھارا اور زرمہر اور روزبہ عربوں کو ساتھ لے کر حصید اور خنافس کی طرف بڑھے۔ اس دوران میں حضرت خالد بن ولیدؓ دومتہ الجندل کی مہم سے فراغت حاصل کر کے حیرہ پہنچ گئے اور قعقاع اور ابولیلیٰ کی مدد کے لئے جو ایرانیوں کے مقابلہ کے لئے خنافس جارہے تھے۔ خنافس روانہ ہوگئے۔ عین التمر میں ان سے ملاقات ہوئی۔

یہاں سے حضرت خالد بن ولیدؓ نے قعقاع کو حصید اور ابولیلیٰ کو خنافس بھیجا۔ قعقاع نے حصید پہنچ کر زرمہر اور روزبہ کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ باقی شکست خوردہ فوج خنافس چلی آئی۔ عین اس وقت جب ابولیلیٰ یہاں پہنچے تھے۔ انہیں دیکھ کر ایرانی مصیخ کی طرف ہٹ گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ قعقاع اور ابولیلیٰ وغیرہ کو لیتے ہوئے مصیخ پہنچے اور اچانک حملہ کر کے ایرانیوں کو نہایت شکست فاش دی۔ دوسری طرف عرب سردار ربیعہ بن بجیر اور ہذیل عرب قبائل کو لئے ہوئے ایرانیوں کی مدد کے لئے ثنی اور بشر میں مقیم تھے۔ اس لئے مصیخ کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ اور ان کے ہمراہیوں نے مل کر ثنی اور بشر میں عربوں پر شب خون مارا۔ ہذیل کے علاوہ باقی سب مقتول ہوئے۔ اس کے بعد وہ عرب جتھوں کو صاف کرتے ہوئے فراض کے ارادہ سے رضاب آئے۔

فراض نہایت اہم مقام تھا۔ یہاں شام، عراق اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں۔ اس لئے اپنی حفاظت کے لئے رومی بھی ایرانیوں کے ساتھ مل گئے اور ان تینوں کی متحدہ فوجیں فراض میں جمع ہوئیں۔ اس لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کے مقابلے کے لئے خاص اہتمام کرنا پڑا اور فراض پہنچ کر از سر نو فوجیں مرتب کیں۔ ایک طرف ایرانی، عرب اور روم کی متحدہ طاقت تھی۔ دوسری طرف تنہا مسلمان۔ درمیان میں فرات حائل تھا۔ ایرانی، رومی اور عرب نشۂ نخوت میں فرات کو پار کر کے دوسری طرف چلے آئے۔ لب ساحل پر فریقین کا مقابلہ ہوا۔ اگرچہ اس جنگ میں مسلمانوں کے مقابلے میں تین تین طاقتیں تھیں۔ لیکن ان کے جوش جہاد اور سرفروشی نے تینوں کو نہایت فاش شکست دی۔ شکست خوردہ فوجوں کے پیچھے دریا حائل تھا اور سامنے مسلمان تھے۔ اس لئے انہیں بھاگنے کا بھی راستہ نہ ملا اور قریب قریب کل فوجیں برباد ہوگئیں۔ اس اہم معرکہ کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ جنگ ملتوی کر کے ثنی کو عراق چھوڑ کر حج کو چلے گئے۔ حج کر کے پھر عراق واپس آ گئے۔

شام پر فوج کشی

۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکرؓ نے کبار صحابہؓ کے مشورہ سے شام پر فوج کشی کا فیصلہ کیا اور شام کے ہر ہر حصہ پر علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں۔ ان سب کے سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ ابن جراحؓ مقرر ہوئے۔ ان فوجوں کی مجموعی تعداد ستائیس ہزار تھی۔ جس وقت مسلمانوں نے شام کی سرحد میں قدم رکھا اس وقت انہیں قدم قدم پر رومی جتھوں کا سامنا ہوا۔ اس لئے مسلمانوں نے دارالخلافہ سے مزید فوجیں طلب کیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت

خالد بن ولیدؓ کو جو کہ عراق میں تھے حکم دیا کہ وہ عراق کا انتظام مثنیٰ کے ہاتھوں میں چھوڑ کر شام چلے جائیں۔ اس حکم پر وہ فوراً شام روانہ ہوگئے اور راستہ میں حدرداء، سوی، قصم اور مرج راھط وغیرہ میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑتے ہوئے شام پہنچے۔ سرزمین شام میں قدم رکھتے ہی سب سے پہلے بصریٰ پر فوج کشی کی۔ یہاں کے بطریق کو شکست دی اور اہل بصریٰ نے اس شرط پر صلح کی کہ وہ جزیہ ادا کریں گے اور مسلمان اس کے معاوضے میں ان کی حفاظت کریں گے۔ بصریٰ سے فراغت کے بعد حضرت خالد بن ولید عمرو بن العاصؓ کی مدد کے لئے روانہ ہوگئے اور رومیوں کو شکست دے کر اجنادین پر قبضہ کر لیا۔ اجنادین کے بعد شام کے صدر مقام دمشق پہنچے۔ ابوعبیدہؓ کے ساتھ مل کر دمشق کا محاصرہ کیا۔ کامل تین ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ ابھی دمشق کا محاصرہ جاری تھا کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کا زمانہ ختم ہوگیا۔

شام کی فتوحات

اس لئے اس کی فتح عہد فاروقی میں عمل میں آئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دوران محاصرہ دمشق کے بطریق کے گھر بچہ پیدا ہوا۔ اس کے جشن میں اہل شہر نے خوب شرابیں پیں اور ایسے بدمست ہوکر سوئے کہ کسی بات کی خبر نہ رہی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ راتوں کو سوتے نہ تھے۔ بلکہ گھوم پھر کر خبریں لیا کرتے تھے۔ اس لئے انہیں اس کی اطلاع ہوگئی۔ وہ کمند لگا کر مع چند جاں بازوں کے شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ کر شہر کے اندر اتر گئے اور پھاٹک کے محافظوں کو قتل کر کے پھاٹک کھول دیا۔ مسلمان باہر منتظر تھے وہ پھاٹک کھلتے ہی اندر داخل ہوگئے۔ اہل شہر اس ناگہانی مصیبت سے گھبرا گئے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ وہ سیدھے حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس جو دوسری سمت میں متعین تھے پہنچے اور ان سے صلح کی درخواست کی۔ انہیں اس صورت حال کا علم نہ تھا۔ اس لئے صلح قبول کر لی اور شہر کی ایک سمت سے حضرت خالد بن ولیدؓ فاتحانہ داخل ہوئے اور دوسری طرف سے ابوعبیدہؓ مصالحانہ۔ لیکن ابوعبیدہؓ چونکہ مصالحت کر چکے تھے اس لئے دمشق کی فتح مصالحانہ قرار دی گئی اور نہ مال غنیمت حاصل کیا گیا اور نہ کسی کو لونڈی، غلام بنایا گیا۔ یہ فتح ۱۴ ہجری میں ہوئی۔ (تاریخ اسلام)

یرموک کا فیصلہ کن معرکہ

اردن کے علاقہ میں یرموک کا کھلا میدان جنگی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کے لئے نہایت موزوں اور مناسب تھا۔ اس کی پشت پر عرب کی سرحد تک کوئی روک نہ تھی۔ اس لئے حضرت ابوعبیدہؓ نے رومیوں کے مقابلہ کے لئے اسی میدان کا انتخاب کیا اور کل فوجیں دمشق سے یرموک میں منتقل کر دیں۔ قریب ہی مقام دیر الجبل میں رومیوں کا بہت بڑا لشکر آکر خیمہ زن ہوا۔ ان کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ تھی۔ رومیوں کے مذہبی جوش کا یہ عالم تھا کہ ان کے وہ مقدس راہب تک جنہوں نے کبھی حجرۂ عبادت سے باہر قدم نہ نکالا تھا، عبادت گاہوں سے نکل کر عام سپاہیوں کے ساتھ ہوگئے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن ان میں ایک سو بدری اور ایک ہزار عام صحابہ تھے۔

رجب ۱۵ ہجری میں پہلا مقابلہ ہوا۔ اس میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور جنگ آئندہ کے لئے ملتوی ہوگئی۔

التوائے جنگ کے بعد رومیوں نے مصالحت کی کوشش کی اور گفتگو کے لئے سفیر طلب کیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا۔ لیکن یہ سفارت بے نتیجہ رہی اور دوبارہ رومی بڑے جوش وخروش کے ساتھ میدان میں آئے۔ آگے آگے پادری ہاتھوں میں صلیبیں لئے ہوئے یسوع مسیح کا نام لے لے کر جوش دلا رہے تھے۔ تین ہزار رومیوں نے پیروں میں بیڑیاں پہن لی تھیں کہ میدان سے منہ موڑنے کا خیال بھی دل میں نہ آنے پائے۔ یہ جوش وخروش دیکھ کر حضرت خالد بن ولیدؓ نے ازسرنو فوجوں کو مرتب کیا اور اس کو جدید طریقہ سے چھتیس حصوں میں تقسیم کر کے صف آرائی کی۔ مسلمانوں کے صف آرا ہوتے ہی رومیوں نے نہایت جوش کے ساتھ حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے بھی برابر کا جواب دیا اور ایسی خوں ریز اور گھمسان کی جنگ ہوئی کہ میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ درمیان میں بعض بعض موقعوں پر مسلمانوں کا بازو کمزور پڑ گیا۔ لیکن انجام کار میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ رومیوں نے نہایت فاش شکست کھائی۔ باختلاف روایات ان کی ایک لاکھ یا ستر ہزار سپاہ کام آئی اور مسلمانوں کا جانی نقصان کل تین ہزار ہوا۔ اس شکست نے رومیوں کی قوت بالکل توڑ دی۔ قیصر کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ شام چھوڑ کر قسطنطنیہ چلا گیا۔ حضرت عمرؓ مژدہ فتح سن کر سجدہ میں گر پڑے۔ یرموک کے معرکہ نے رومیوں کی قوت پاش پاش کر دی۔ (تاریخ اسلام)

معزولی: عالم طور پر مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے زمام خلافت سنبھالتے ہی حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کر دیا تھا۔ لیکن یہ روایت صحیح یہ واقعہ ۱۷ ہجری کا ہے۔ یہ واقعہ اس حیثیت سے نہایت اہم ہے کہ جس جانباز کی تلوار نے عراق وشام کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے عین محاذ جنگ میں اسے معزول کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے یہ دو وجہ سے کیا۔ ایک تو حضرت خالد بن ولیدؓ کی بعض سخاوت کو وہ بے موقع سمجھتے تھے۔ دوسرے وہ یہ فرماتے تھے کہ لوگوں کو حضرت خالد بن ولیدؓ پر نظر زیادہ ہوگئی ہے۔ خدا پر نظر کم ہوگئی ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ غرض شام میں حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس پروانہ بھیجا کہ میں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ تم کو مقرر کیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نہایت عابد زاہد بزرگ تھے۔ نہ آداب جنگ کا حضرت خالد بن ولیدؓ کے برابر تجربہ رکھتے تھے اور نہ ان کے برابر آداب جنگ سے واقف تھے اور حضرت خالدؓ سیف اللہ مشہور شجاع وبہادر اور ماہر جنگ تھے۔ لوگوں نے پوچھا تو حضرت عمرؓ نے بھی ان سے یہی فرمایا کہ لوگوں کی نظر حضرت خالد بن ولیدؓ پر پڑنے لگی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ تھے۔ مجھے ڈر ہوا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ پر نظر کرنے سے کہیں نصرت میں کمی واقع نہ ہو جائے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس جب پروانہ پہنچا تو انہوں نے وہ خط حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیج دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ خط پڑھ کر خود حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میں انشاء اللہ! آج سے آپ کی اطاعت کروں گا۔ کیونکہ اب آپ ہمارے سردار ہیں اور میں اس عزل کو اپنے لئے حق تعالیٰ کی نعمت سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس سے قبل مجھے اپنی جان پیاری تھی کہ اگر میں نہ رہوں گا تو یہ خدمت کون کرے گا؟۔ اس لئے بعض خطرات میں پڑنے سے احتیاط کرتا تھا اور اب تو بے فکری ہوگئی۔ اب آپ میرے قتال کی خدمتیں انشاء اللہ! دیکھئے گا۔

(مواعظ اشرفیہ، دعوت وتبلیغ ص ۶۷ ج ۱۳)

معزولی کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ مدینہ واپس آ کر حضرت عمرؓ سے ملے اور بیس ہزار کی رقم جوان کے پاس زائد تھی داخل کرادی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خالدؓ! واللہ تم مجھے ویسے ہی محبوب ہو اور میں تمہاری عزت کرتا ہوں اور عمال کو لکھ بھیجا کہ میں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ناراضی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے کارناموں کی وجہ سے لوگ فتنے میں مبتلا ہو رہے تھے۔ اس لئے میں نے ان کو معزول کر دیا تھا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ (تاریخ اسلام)

کرامات: حضرت خالد بن ولیدؓ کی خدمت میں زہر آلود مشروب پیش کیا گیا۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر نوش فرمالیا تو اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو شراب کا مشکیزہ اٹھائے ہوئے تھا تو آپ نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس کو شہد بنادے۔ چنانچہ وہ شراب شہد بن گئی۔ (مرقاۃ المفاتیح ص ۳۵۱ ج ۷)

وفات: حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت ہی میں ۲۱ ہجری میں حضرت خالد بن ولیدؓ انتقال فرما گئے۔

آپ سے روایت کرنے والوں میں حصرت ابن عباسؓ، حضرت علقمہؓ، حضرت جبیر بن نفیرؓ ہیں۔ (اکمال)

ختم نبوت کانفرنس کنڑی

۸ راپریل ۲۰۰۷ء بروز اتوار کو بخاری چوک کنڑی میں ۳۳ ویں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ بعد نماز عشا ختم نبوت کانفرنس کا آغاز ہوا۔ مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت کنڑی میں حفظ کے طالب حافظ محمد عمران اور قاری عبدالحمید نے خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کی۔ فاضل نوجوان مولانا محمد ہارون معاویہ اسٹیج سیکرٹری تھے۔ سب سے پہلے مقامی عالم دین حضرت مولانا عبدالواحد چانڈیو نے بیان فرمایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک ہی ختم نبوت کا مسئلہ ایسا ہے جس پر پوری امت متحد ہوسکتی ہے۔ ان کے بعد بزرگ رہنما حضرت مولانا احمد میاں حمادی نے اپنے مخصوص انداز میں ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں کے کفر پر دلائل سے باحوالہ خطاب کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے نہایت نفیس ومدلل گفتگو فرمائی۔ اکابرین کی ختم نبوت کے مقدس مشن پر قربانیوں کا ذکر فرمایا۔ عوام وخواص نے حضرت کے بیان کو بہت پسند کیا۔ کراچی سے آئے ہوئے نوجوان حافظ ابوبکر نے ہدیہ نعت پیش فرمایا۔ ان کے بعد مجلس کے بزرگ رہنما حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی نے بیان کیا۔ ان کے منفرد انداز سے نوجوان طبقہ بہت محظوظ ہوا۔ حضرت طوفانی کی محنت سے نہ جانے کتنے لوگ فتنہ قادیانیت سے محفوظ ہوئے ہوں گے۔ حضرت مولانا اللہ وسایا نے نہایت درد دل سے قادیانیوں کو دعوت اسلام دی۔ اس کانفرنس کے لئے حضرت مولانا نذر محمد عثمانی مرکزی مبلغ حیدرآباد اور حضرت مولانا محمد علی صدیقی مرکزی مبلغ میرپور خاص اور حضرت مولانا خان محمد صابری مبلغ تھرپارکر نے کافی محنت کی اور مقامی جماعت کے ساتھیوں نے جناب میاں عبدالواحد کی سرپرستی میں میاں ریاض احمد، عبداللہ ہارڈویئر والے اور بھائی سہیل اصغر ٹیپو جنرل اسٹور والے نے مسلسل دن رات کی محنت کی۔ حقیقت میں کانفرنس کی کامیابی انہیں کے سر ہے اور پورے شہر کے شہریوں نے بھی تعاون وحوصلہ دیا۔

ایک بہادر ماں!

جناب محمد امین

حضرت اسماءؓ، حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بڑی بہن تھیں۔ آپ کو ذات النطاقین بھی کہتے ہیں۔ یہ خطاب آپ کو رسول پاک ﷺ نے عطا فرمایا تھا۔ کیونکہ ہجرت کی رات جب رسول پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اونٹوں پر سوار ہوئے تو توشہ وغیرہ باندھنے کے لئے رسی کی ضرورت تھی۔ ہجرت کی رات۔ پھر جلدی میں تیاری اور سامان باندھنے کے لئے رسی کی ضرورت۔ حضرت اسماءؓ نے فوراً اپنا کمر بند پھاڑ کر ایک حصہ دے دیا۔ تاکہ سامان وغیرہ کجاوے کے ساتھ باندھا جاسکے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو ''ذات النطاقین'' کے خطاب سے نوازا جس کا مطلب ہے ''دو کمر بند والی''

ابتدائے اسلام اور ہجرت کے وقت آپ ﷺ کو بے حد تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اپنے باپ کی طرح اللہ اور رسول ﷺ کی محبت ان تمام مشکلات پر غالب آجاتی۔ باپ کی جدائی، دادا کی طعنہ زنی، کفار کی سختیاں اور مالی پریشانی سب کچھ صبر وشکر سے برداشت کیا۔ چنانچہ ہجرت کے پہلے دن صبح کو ابوجہل آیا اور حضرت اسماءؓ سے رسول پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بابت پوچھا اور غصے میں آکر حضرت اسماءؓ کے منہ پر بہت زور سے تھپڑ مارا۔ آپ کی بالیاں نوچ ڈالیں اور چہرہ مبارک زخمی کردیا۔ مگر آپ نے صبر کیا۔

ہجرت کے بعد آپ کے خاوند حضرت زبیرؓ کو مدینہ منورہ سے دو میل دور ایک قطعہ زمین دیا گیا جس کی دیکھ بھال بھی آپ ہی کرتیں۔ حضرت زبیرؓ تو ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے اور اپنے آپ کو ہر وقت جہاد اور اسلام کی خدمت کے لئے تیار رکھتے۔ اس وجہ سے گھر کا تمام کام کاج خود حضرت اسماءؓ کو کرنا پڑتا۔ حتیٰ کہ جہاد کے گھوڑے اور اونٹ کے لئے روزانہ گھاس اور کھجور گٹھلیاں خود ہی دو میل دور ایک قطعہ زمین سے لاتیں۔ مگر یہ مشقت کبھی بھی شاق نہ گزرتی اور نہ ہی حرف شکائیت زبان پر آتا۔ بہادر بھی بہت تھیں۔ جنگ یرموک میں انہوں نے مسلمانوں کو ابھارا اور مسلمان خواتین کی رہنمائی کی۔ اس فتح میں حضرت اسماءؓ کا کافی حصہ ہے۔ جب آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عراق میں اپنی خلافت کا اعلان کیا تو خلافت امیہ کے دعویدار چاروں طرف سے ان پر چڑھ آئے۔ چنانچہ آپ نے کشت وخون سے بچنے کے لئے مکہ شریف میں پناہ لی۔ مگر دشمنوں نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ حجاج بن یوسف نے تو انتہا کردی اور خانہ کعبہ کا بھی احترام نہ کیا۔ خانہ کعبہ پر آتشیں پتھر منجنیقوں کے ذریعہ برسائے۔

ایک دن حضرت عبداللہؓ اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماءؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اس حالت میں جبکہ سب لوگ میرا ساتھ چھوڑ چکے ہیں اور سوائے چند ایک کے کوئی باقی نہیں رہا مجھے کیا کرنا چاہئے تو حضرت اسماءؓ نے فرمایا کہ بیٹا اگر تم راستی پر ہو تو حق پر نثار ہو جاؤ اور اگر تم اپنے آپ کو حق پر نہیں سمجھتے تو اس دعویٰ سے دست بردار ہو جاؤ۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کی کہ امی جان! مجھے موت کا ڈر نہیں۔ صرف یہ خیال ہے کہ حجاج میری

لاش کو برباد کرے گا۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا کہ جب بکری ذبح کرلی جائے تو کھال اتارنے سے اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ موت کے بعد جسم کی تکلیف کا کیا ذکر۔

ماں کے ان جرأت مندانہ الفاظ سے حضرت عبداللہؓ نے مقابلہ کی ٹھانی اور حجاج بن یوسف کا مقابلہ کیا۔ انجام کار آپ شہید ہوگئے۔ ظالم حجاج نے آپ کی نعش مبارک کو سولی پر چڑھا کر سرعام لٹکا دیا۔ تاکہ لوگوں میں خوف وہراس پیدا ہو اور کوئی سر نہ اٹھائے۔ دو دن کے بعد حضرت اسماءؓ لاٹھی ٹیکتی ہوئی ادھر سے گزریں تو اپنے لخت جگر کو تختہ دار پر لٹکتے ہوئے دیکھ کر فرمایا:

ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے اترتا نہیں اب بھی یہ سوار

سبحان اللہ! ایسی مصیبت کے وقت ایسے صبر آزما الفاظ نہ جزع نہ فزع۔ واقعی جن کو محبوب خدا ﷺ نے ’’ذات النطاقین‘‘ کے خطاب سے نوازا ہو وہ ہر آزمائش میں پوری کیوں نہ اترتیں اور مصیبت میں صابر و شاکر کیوں نہ نکلتیں۔ بس یہ خدا کا دین ہے۔ ورنہ ایسے موقعوں پر تو بڑے بڑوں کے دل دہل جاتے ہیں۔ جب حجاج نے حضرت عبداللہؓ کی لاش کو پھینکوا دیا تو ماں نے لاش مبارک کے ایک ایک ٹکڑے کو جمع کرایا۔ نہلایا اور دفن کرایا۔ لیکن آنکھ سے ایک آنسو بھی نہ بہایا۔ صبر و شکر سے کام لیا۔ مگر اندرونی غم سے زیادہ دن زندہ نہ رہ سکیں۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا تبلیغی دورہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی تین روز کے دورہ پر لیہ، بھکر اور ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لائے۔ جامع مسجد حنفیہ چک نمبر ۲۹۷ وکیل والا میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے لوگوں کو عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیوں کی غیر آئینی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد نماز عشاء کے بعد جامع مسجد فرقانیہ بھکر میں قرآن و حدیث کا درس دیا۔ درس کے بعد جمعیت علمائے اسلام کے سرپرست حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب سے ملاقات اور جماعتی امور پر مشورہ ہوا۔ اس کے بعد خانقاہ مجددیہ سعدیہ موسیٰ زئی شریف پر حاضری دی اور جناب صاحبزادہ نعمان احمد، حضرت مولانا مفتی سعید احمد، جناب صاحبزادہ شہاب الدین سے ملاقات کی۔ بعد نماز عشاء جامع مسجد بازاروالی میں جلسہ پر بیان کیا۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کے رکن الحاج صوفی ریاض الحسن گنگوہی کی عیادت کی۔ اس کے بعد مسجد ختم نبوت بیان اور بعد نماز عشاء مسجد فردوس دریا خان کے جلسہ پر بیان ہوا۔ حضرت مولانا نے لوگوں سے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت و ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو ہمہ وقت تیار رکھیں۔ اگر ہماری حکومت نے امریکہ کے کہنے پر کوئی ردوبدل کرنے کی کوشش کی تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس کا بھرپور سدباب کرے گی۔ اس کے بعد چودھوان جامع مسجد مدنی میں بعد نماز عشاء جلسہ عام پر بیان فرمایا۔ اجتماع میں اہل علاقہ کے علماء اور معززین کی کافی تعداد موجود تھی۔ حضرت مولانا کے ہمراہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لیہ و بھکر کے مبلغ حضرت مولانا عبدالستار حیدری تھے۔

قرآن بلند کرتا ہے!

حضرت مولانا حافظ محمد ندیم قاسمی

قرآن مقدس بلاشبہ خدائے وحدہ لاشریک کا کلام مقدس ہے جو آمنہ کے لعل، سرتاج الرسل، سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر نازل ہوا۔ اسے کلام وکتاب خداوندی کا شرف حاصل ہے۔ قرآن خدائے عالم کا وہ عظیم اور زندہ جاوید معجزہ ہے جسے خالق نے خود عظیم فرمایا اور صاحب قرآن نے اسے خیرالحدیث فرمایا۔ قرآن اپنے نزول سے لے کر اب تک اربوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ رہا اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

ہاں! یہی کلام خداوندی ہے جو سرور دو عالم ﷺ کی ذات اقدس کا زندہ وجاوید معجزہ ہے جو ساڑھے چودہ سو سال سے دنیائے عالم کو راہ ہدایت کی طرف رہنمائی کررہا ہے اور اسی کلام مقدس نے بے شمار انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کیا۔ انگنت انسانوں کو مقصد حیات اور کامیاب زندگی کے اصول سکھلائے۔

ہاں! یہی کلام جس نے کفر وشرک، عصیان ونافرمانی میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو مقام حکومت تک پہنچایا اور خالق نے ان کے متعلق رضی اللہ عنہم کے سرٹیفکیٹ عطا فرمائے۔ صاحب خلق عظیم نے انہی نفوس قدسیہ کے متعلق روشن ستارے ہونے کا اعلان کیا۔

خالق کا یہ معجزانہ کلام جس نے جہالت کو علم وآگہی کے نور سے منور کیا۔ فکر ونظر کو کشادگی بخشی اور دل ودماغ کو ہوش وخرد کی نئی جہتوں سے آشنا کیا۔ جسم وروح کو تازگی بخشی۔

یہی نہیں بلکہ قرآن نے طرز حسن معاشرت کی تعلیم، رہن سہن کا سلیقہ وقرینہ، پڑوسیوں، اعزاء واقارب کے ساتھ صلہ رحمی، اخوت وبھائی چارہ، نظام تعلیم، نظام عدل وانصاف، نظام حکومت وسیاست، غرض ہر شعبہ ہائے زندگی کے متعلق راہنمائی عطا فرمائی۔ راہ گم کردہ مخلوقات نے جب بھی قرآن کے دروازے پر دستک دی ہے تو قرآن نے اپنا دامن وا کر کے انسانیت کو اوج ثریا پر بٹھایا اور فلاح وکامیابی نے ان کے قدم چومے اور دین ودنیا کی بھلائیاں ان کا مقدر بنیں اور انہی کے بارہ میں شاعر نے کہا ہے کہ:

درفشانی نے تیری قطروں کو دریا کردیا ۔۔۔ دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے ۔۔۔ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

جو بھی اس دائمی وابدی معجزہ جو طہارت ظاہری وباطنی کے علوم ومعارف کا ایک بے مثال خزینہ گنجینہ ہے سے وابستہ ہوا وہ رشک حکومت بنا۔

دور حاضر میں اگر مسلمان فلاح چاہتے ہیں تو ان کو بھی کتاب ہدایت سے وابستہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ یہ ہر دور کی کتاب ہے۔ ہر دور کا دستور ہے اور ہر دور کا نظام حیات ہے۔ اس سے جدا ہو کر نہ دنیوی زندگی میں کامیابی ہے اور اخروی فلاح۔

عامر چیمہ شہیدؒ......حیات وخدمات!

(شہادت ۴/۲۰۰۶ء)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

جناب عبدالرحمٰن عامر چیمہ شہید ۴/دسمبر ۱۹۷۷ء کی صبح کو اپنے ننھیال حافظ آباد میں آنکھ کھولی۔ والدہ محترمہ نے نومولود کا نام عامر جبکہ والد نے عبدالرحمٰن تجویز کیا۔ چنانچہ دونوں ناموں کو ملا کر عامر عبدالرحمٰن رکھ دیا گیا۔ لیکن سہل اور مختصر نام عامر مشہور ہوا۔ والدہ نے اپنے بیٹے کی بچپن ہی سے نگرانی شروع کر دی۔ تاکہ آوارہ گرد بچوں سے الگ تھلگ رہے۔ چنانچہ بچپن سے وہ دوسرے بچوں سے بہت مختلف اور منفرد تھے۔

انہوں نے گورنمنٹ پرائمری سکول ڈھوک کشمیریاں، راولپنڈی سے پرائمری کیا۔ ۱۹۹۳ء میں جامع ہائی سکول ڈھوک کشمیریاں راولپنڈی سے میٹرک کیا۔ ۱۹۹۶ء میں ایف جی سرسید کالج مال روڈ راولپنڈی سے ایف ایس سی کی۔ نیشنل کالج آف انجینئرنگ فیصل آباد سے بی ایس سی ٹیکسٹائل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔ کچھ عرصہ یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور میں لیکچرار رہے۔ ماسٹر ٹیکسٹائل ملز رائے ونڈ اور الکریم ٹیکسٹائل ملز کراچی میں کچھ عرصہ ملازمت کی۔

نومبر ۲۰۰۴ء میں جرمنی روانہ ہوئے اور جرمنی کے شہر مونس گلاڈباخ میں واقع ''اوخشولے فیڈریائن یونیورسٹی'' میں ''ماسٹر آف ٹیکسٹائل اینڈ کلوزنگ مینجمنٹ'' میں داخلہ لے لیا۔ اس میں چھ سالہ کورس چھ چھ ماہ کے چار مراحل (سمسٹرز) پر مشتمل ہوتا ہے۔ عامر شہیدؒ نے کامیابی کے ساتھ پہلے تین سمسٹرز مکمل کر لئے تھے۔ اب ان کا آخری سمسٹر چل رہا تھا اور جولائی ۲۰۰۶ء میں تعلیم مکمل کر کے واپس لوٹنا تھا۔

مذہبی اور تاریخی کتب کا مطالعہ ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ جب وہ یورپ کے توبہ شکن اور کافرادا ماحول میں گئے تو تب بھی اپنے دامن پر کوئی دھبہ نہیں لگنے دیا اور نہ ہی اپنے کردار پر کوئی حرف آنے دیا۔

اخبارات کے گستاخانہ کارٹون

یورپین اخبارات نے رحمت دو عالمﷺ کی شان اقدس کے خلاف اہانت آمیز کارٹون شائع کئے۔ جس سے عالم اسلام میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان سڑکوں پر آئے۔ مظاہرے ہوئے، جلسے منعقد ہوئے، جلوس نکالے گئے۔ لیکن نوجوان عامر نے انوکھے انداز میں احتجاج کا فیصلہ کیا۔ جرمن میں گستاخانہ خاکے کے شائع کرنے والے اخبار *Die-Welt* ڈائی ویلٹ کے مرکزی دفتر میں داخل ہوئے۔ اور تیز قدموں سے چلتے ہوئے اخبار کے ایڈیٹر *Henryk Broder* کے کمرے کی طرف بڑھے اور اپنے کپڑوں میں چھپایا ہوا ہنٹر نائف نامی خاص شکاری خنجر نکال کر اس پر پے در پے وار کر دیئے۔ جس کے نتیجہ میں وہ شدید زخمی ہو گیا۔ اتنے میں دفتر کا عملہ اور سیکورٹی اہلکار جمع ہو گئے۔ انہوں نے عامر شہید کو پکڑ لیا اور انہیں جرمن پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ تین دن کے بعد جرمن پولیس نے عامر شہید کو ان کے تحریری بیان کے ساتھ عدالت میں پیش کر دیا۔ جس میں عامر

شہید نے کہا تھا کہ اقرار کرتا ہوں کہ میں اخبار ڈائی ویلٹ کے ایڈیٹر ہینرک بروڈر پر حملہ کیا۔ یہ شخص ہمارے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا ذمہ دار تھا۔ اگر مجھے آئندہ موقع ملا تو میں ایسے ہر شخص کو قتل کردوں گا۔

عامر شہید کے ایسے جرأت مندانہ اقبال جرم کے بعد کسی ریمانڈ یا تحقیق وتشدد کی گنجائش نہیں تھی۔ لیکن حقوق انسانی کے ان نام نہاد ٹھیکیداروں اور ہٹلر کے جانشینوں نے ظلم وستم کی انتہاء کردی اور سینٹ کی انسانی حقوق کی فنکشن کمیٹی میں جرمنی جانے والی تحقیقاتی کمیٹی کے سربراہ ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل ایف آئی اے جناب طارق کھوسہ نے انکشاف کیا کہ جرمنی کی جیل میں عامر چیمہ کی ہلاکت گردن کی ہڈی ٹوٹنے سے نہیں بلکہ شاہ رگ کٹنے سے ہوئی۔ جرمن حکام نے پاکستانی تحقیقاتی ٹیم کو جرمن جیل کے سیل میں عامر چیمہ کے ساتھی قیدی سے پوچھ گوچھ اور واقعہ کی تحقیقات کے متعلق دستاویزات اور متعلقہ افسران سے بات چیت کرنے کی اجازت نہیں دی۔

وزارت خارجہ کی لاعلمی کا یہ عالم ہے کہ متعلقہ وزارت کو عامر کی گرفتاری کی اطلاع قومی اسمبلی میں متحدہ مجلس عمل کے رہنما ڈاکٹر فرید احمد پراچہ ایم این اے کے ۱۰/اپریل ۲۰۰۶ء کے توجہ دلاؤ نوٹس کے بعد ۱۳/اپریل کو ہوئی۔ شہید کی گرفتاری پر پاکستان میں شدید ردعمل ہوا۔ لیکن روشن خیال حکمرانوں نے جرمن حکومت سے احتجاج اور اپنے ایک شہری کی رہائی کے لئے کوشش کو روشن خیالی کے خلاف سمجھا۔ تا آنکہ موصوف ۴/مئی ۲۰۰۶ء شہید کردیئے گئے اور ان کی شہادت کی خبر کو پرنٹ میڈیا نے شاہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ دینی جماعتوں میں سب سے پہلے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اسلام آباد کے پریس کلب میں ایک نیوز کانفرنس کے ذریعہ اس واقعہ کی شدید مذمت کی اور ان کی میت کے فقید المثال استقبال اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے اسلام آباد اور راولپنڈی میں شٹرڈاؤن اور ہڑتال کی اپیل کی۔

بعد ازاں تمام دینی جماعتوں اور سیاسی پارٹیوں نے بھی شاندار استقبال کا اعلان کیا۔ لیکن روشن خیال حکمرانوں نے ان کی میت کو اسلام آباد اترنے کے بجائے لاہور اتارلیا اور آرمی ہیلی کاپٹر کے ذریعہ آبائی گاؤں ''ساروکی چیمہ'' پہنچایا گیا۔ اعلان کے مطابق ان کی نماز جنازہ ۴/بجے سہ پہر ادا کرنا تھی۔ لیکن مقررہ وقت سے تین گھنٹے پہلے ان کی نماز جنازہ ادا کردی گئی اور انہیں ہزاروں عقیدت مندوں اور سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کردیا گیا۔ نماز جنازہ آپ کے والد محترم پروفیسر نذیر احمد چیمہ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے ۱۲/مئی ۲۰۰۶ء کی چلچلاتی دھوپ میں لاکھوں انسان دور دراز سے تشریف لائے۔ ساروکی چیمہ میں سوگ کے بجائے جشن کا سماں تھا۔ ہزارہا انسانوں نے ان کی میت کا والہانہ استقبال کیا۔ استقبالی راستوں کو جھنڈیوں، تازہ پھولوں کی لڑیوں اور مختلف نعروں پر مشتمل رنگ برنگے بینروں سے سجایا گیا۔ خواتین نے مکانوں کی چھتوں سے میت پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں۔ عاشقان رسول ﷺ نے عامر شہید کی میت کو ایک کلومیٹر تک ہاتھوں پر اٹھائے رکھا۔ لاکھوں اسلامیان پاکستان نے آہوں اور سسکیوں کے ساتھ نماز جنازہ میں شرکت کی۔

عامر چیمہ شہیدؒ کی صدائے بازگشت قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں سنی گئی۔ ۱۲/مئی کو ان کی تدفین پر سال گذر رہا ہے کہ حکمرانوں نے جرمن حکومت سے اس کی تحقیقات پر مشتمل دستاویزات سے قوم کو آگاہ نہیں کیا۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا اعلامیہ!

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کا دو روزہ اجلاس منعقدہ ملتان بتاریخ ۱۸، ۱۹؍ اپریل ۲۰۰۷ء زیر صدارت حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ملک کی عمومی دینی ومعاشرتی صورت حال پر گہری تشویش واضطراب کا اظہار کرتے ہوئے چند اہم امور کی طرف قومی ودینی حلقوں کو توجہ دلانا اپنی ذمہ داری تصور کرتا ہے:

۞...... اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام مسلم امہ کے جداگانہ تشخص کی بنیاد پر اس مقصد کے لئے عمل میں لایا گیا تھا کہ قرآن وسنت کے اصول وضوابط اور احکام وقوانین کے ساتھ ایک مثالی اسلامی ریاست اور معاشرہ کی تشکیل کی طرف پیش رفت کی جائے گی اور گزشتہ ساٹھ برس کے دوران اس سلسلہ میں قرارداد مقاصد اور ۱۹۷۳ء کے دستور کی اسلامی دفعات کے ذریعہ دستوری ضمانت اور یقین دہانی کا بھی متعدد بار اہتمام کیا گیا۔ لیکن عملی طور پر پاکستانی قوم نہ صرف یہ کہ اب تک زیرو پوائنٹ پر کھڑی ہے۔ بلکہ حکمران طبقات اور ریاستی ادارے ملک میں اسلامی اقدار اور روایات کو کمزور کرنے اور دینی اثرات ونشانات کو مٹانے کی مذموم مہم میں مسلسل مصروف نظر آرہے ہیں۔

۞...... روشن خیالی کے عنوان سے اسلامی احکام اور دینی اقدار کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ میڈیا کے تمام ذرائع کو فحاشی، بے حیائی اور عریانی کے فروغ کے لئے بے دریغ استعمال کیا جارہا ہے۔ غیر ملکی سرمایہ کے بل بوتے پر کام کرنے والی ہزاروں سیکولر این جی اوز کو معاشرہ میں فکری انتشار اور اخلاقی بے راہ روی پھیلانے کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ عوام میں دینی حلقوں اور اسلام کی اصل نمائندہ قوتوں کا اعتماد مجروح کرنے کے لئے ان کی کردارکشی کی جارہی ہے۔ فحاشی اور بے حیائی کے مراکز کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ حدود آرڈیننس میں من مانی ترامیم کر کے شرعی احکام میں تبدیلی کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ تحفظ ختم نبوت، تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور شراب پر پابندی جیسے اہم شرعی قوانین میں تبدیلی کی راہ ہموار کی جارہی ہے اور اس قسم کے بہت سے دیگر اقدامات کے ذریعہ پاکستان کو سیکولر ملک بنانے کے ایجنڈے پر تیزی کے ساتھ کام آگے بڑھایا جارہا ہے۔

۞...... ملک کے تعلیمی نظام کا قبلہ تبدیل کیا جارہا ہے۔ عالمی سیکولر قوتوں کے ایماء پر ریاستی تعلیمی نظام ونصاب کو دینی مواد واثرات سے محروم کرنے کے لئے مسلسل اقدامات کئے جارہے ہیں۔ تعلیمی اداروں کو اسلامی ماحول اور تربیت مہیا کرنے کی بجائے مغرب کی بے حیا ثقافت کے فروغ کے مراکز میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ دینی مدارس کے آزادانہ اور پرائیویٹ تعلیمی نظام کو کردارکشی، دباؤ اور مداخلت کی بے جا کوششوں کے ذریعہ ان کے آزادانہ کردار سے محروم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور عالمی سطح پر پاکستان کو اسلام اور مسلمانوں کے نمائندہ کے طور پر پیش کرنے کی بجائے اسلام دشمن عالمی قوتوں کے آلہ کار کی حیثیت سے متعارف کرایا جارہا ہے۔

۞...... حکومت اور سرکاری اداروں کے اس نوعیت کے کردار اور اقدامات کے باعث ملک میں شدید ردعمل کی ایسی صورتیں سامنے آنا شروع ہوگئی ہیں جو تمام محب وطن حلقوں کے لئے تشویش واضطراب کا باعث

ہیں۔ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ یہ اسلام اور اسلامی احکام وقوانین کے حوالہ سے حکومتی طبقات اور ریاستی اداروں کے ساٹھ سالہ مسلسل منفی رویہ کا لازمی ردعمل ہے کہ عوام کے ایک حصے نے ملک کے اسلامی تشخص کے تحفظ اور دستور کے مطابق ایک اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے سلسلہ میں حکومت اور حکومتی اداروں سے مکمل طور پر مایوس ہوکر مبینہ طور پر تشدد کا راستہ اختیار کرلیا ہے اور وفاقی دارالحکومت اور قبائلی علاقوں سمیت متعدد مقامات پر قانون کو ہاتھ میں لینے کے واقعات رونما ہورہے ہیں۔

۞...... وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ ملک میں اسلامی احکام وقوانین کی عملداری، اسلامی اقدار اور روایات کے فروغ اور منکرات وفواحش کے سدباب کے لئے پرامن اور دستوری جدوجہد پر یقین رکھتی ہے اور جدوجہد کے کسی ایسے طریقے کو درست تصور نہیں کرتی جس میں حکومت کے ساتھ براہ راست تصادم، عوام پر زبردستی یا قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوئی شکل پائی جاتی ہو۔ لیکن اس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری سمجھتی ہے کہ ایسی تمام صورتیں دراصل ردعمل ہیں اس مسلسل حکومتی طرز عمل کا جس کے نتیجے میں بعض حلقے حکومت اور حکومتی اداروں سے مکمل مایوس ہوکر اسلامی معاشرت واقدار کے تحفظ کے لئے قانون کو ہاتھ میں لینے پر خود کو مجبور سمجھ رہے ہیں۔ اس لئے یہ اجلاس قانون کو ہاتھ میں لینے اور اسلامی اقدار وروایات کے لئے تشدد کا راستہ اختیار کرنے کی تمام صورتوں سے لاتعلقی اور برأت کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے طرز عمل اور رویہ پر نظر ثانی کرے اور ایک اسلامی حکومت کے لئے قرآن وسنت اور دستور پاکستان کی بیان کردہ ذمہ داریوں کو قبول کرتے ہوئے اپنی ان پالیسیوں کو فی الفور تبدیل کرے جو اس قسم کی صورت حال کا باعث بن رہی ہیں۔

۞...... جامعہ حفصہؓ اسلام آباد کے قبضہ کے حوالہ سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ اپنے اس موقف کا اعادہ ضروری سمجھتی ہے کہ جہاں تک جامعہ حفصہؓ اسلام آباد کی طالبات اور لال مسجد کی انتظامیہ کے ان مطالبات کا تعلق ہے کہ:

(۱) ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔

(۲) اسلام آباد میں گرائی جانے مساجد کو فوری طور پر دوبارہ تعمیر کیا جائے۔

(۳) بدکاری اور فواحش کے اڈے ختم کئے جائیں اور

(۴) نام نہاد تحفظ حقوق نسواں ایکٹ کی خلاف اسلام دفعات منسوخ کی جائیں۔

یہ مطالبات نہ صرف یہ کہ درست اور ضروری ہیں بلکہ ملک کے عوام کے دل کی آواز ہیں اور دستور پاکستان کا ناگزیر تقاضہ ہیں۔ اس لئے یہ اجلاس ان مطالبات کی مکمل حمایت کرتے ہوئے حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ اپنے اسلامی اور دستوری فرائض کی پاسداری کرتے ہوئے ان کی منظوری کا اعلان کرے اور ان پر عمل درآمد کے لئے عملی اقدامات کا آغاز کرے۔ البتہ اس سلسلہ میں جامعہ حفصہؓ اسلام آباد کی طالبات اور لال مسجد کے منتظمین نے جو طریق کار اختیار کیا ہے اسے یہ اجلاس درست نہیں سمجھتا اور اس کے لئے نہ صرف وفاق المدارس العربیہ کی اعلیٰ قیادت خود اسلام آباد جاکر متعلقہ حضرات سے متعدد بار بات چیت کرچکی ہے۔ بلکہ ’’وفاق‘‘ کے فیصلہ اور موقف

سے انحراف کے باعث جامعہ حفصہ کا ''وفاق'' کے ساتھ الحاق بھی ختم کیا جاچکا ہے۔

۞...... یہ اجلاس وفاق المدارس کی اعلیٰ قیادت کے موقف اور فیصلہ سے جامعہ حفصہؓ اسلام آباد اور لال مسجد کے منتظمین کے اس انحراف کو افسوس ناک قرار دیتا ہے اور ان سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے ملک کی اعلیٰ ترین علمی و دینی قیادت کی سرپرستی میں واپس آ جائیں۔ تاکہ اس مسئلہ کا کوئی باوقار اور نتیجہ خیز حل نکالا جاسکے۔ اس کے ساتھ ہی یہ اجلاس حکومت کو خبردار کرتا ہے کہ اس کی طرف سے جبر اور تشدد کی کوئی بھی کارروائی اس مسئلہ کو مزید بگاڑنے کا باعث بنے گی۔ اس لئے وہ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اپنی پالیسیوں میں تبدیلی کا احساس کرتے ہوئے مذاکرات اور گفت وشنید کے ذریعہ یہ مسئلہ حل کرنے کی کوشش کرے۔

۞...... یہ اجلاس اس صورت حال پر بھی تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ جامعہ حفصہؓ اسلام آباد کے قبضہ اور اس جیسے بعض دیگر واقعات کی آڑ میں بعض سیکولر عناصر نے ملک میں شرعی قوانین کے خلاف مہم کو تیز کر دیا ہے اور منفی بیانات اور ریلیوں کے ذریعہ حالات کو بگاڑا جارہا ہے۔ نیز ایسے بیانات بھی سامنے آرہے ہیں جن سے دینی حلقوں اور سیکولر حلقوں کے درمیان منافرت بڑھانے اور خانہ جنگی کے حالات پیدا کرنے کی سازش کی بو آرہی ہے۔ اس لئے یہ اجلاس ملک کے دینی وقومی حلقوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس صورت حال کا نوٹس لیں اور قوم کو نظریاتی تقسیم اور خانہ جنگی کے خطرات سے بچانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

۞...... یہ اجلاس ان اطلاعات کو اشتعال انگیز تصور کرتا ہے کہ اسلام آباد اور راولپنڈی کے دینی مدارس میں سرکاری اہل کاروں کی آمدورفت میں اضافہ ہوگیا ہے اور چھان بین کے نام پر انہیں ہراساں کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو وفاق المدارس کے ساتھ حکومت کی اب تک کی بات چیت اور طے شدہ امور سے انحراف ہے۔ اسے فی الفور بند ہوجانا چاہئے۔

۞...... وفاق المدارس کی مجلس عاملہ کی نظر میں یہ افواہیں انتہائی افسوس ناک اور اضطراب انگیز ہیں کہ حکومت دینی مدارس کو اسلام آباد کی حدود سے باہر منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو یہ دینی مدارس کے خلاف انتہائی معاندانہ کارروائی متصور ہوگی۔ اسلام آباد میں غیرملکی سرمایے پر چلنے والی سینکڑوں این جی اوز اور پرائیویٹ تعلیمی ادارے کام کررہے ہیں اور اس پس منظر میں دینی مدارس کے خلاف اس قسم کی کارروائی وفاقی دارالحکومت کے شہریوں کو دینی تعلیم کے حق سے محروم کرنے کی کارروائی ہوگی جسے قبول نہیں کیا جائے گا اور حکومت کو اس سلسلہ میں شدید عوامی ردعمل اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۞...... یہ اجلاس جامعہ حفصہؓ اسلام آباد پر گزشتہ روز بجلی کاٹ کی نچلی پرواز اور مبینہ طور زہریلی گیس کا استعمال اور طالبات کی تصاویر اتارے جانے کی کارروائی کی شدید مذمت کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس طرح کی اشتعال انگیز کاروائیون کا سلسلہ فوری طور پر بند کیا جائے اور طاقت کے استعمال کی بجائے مذاکرات کے ذریعہ مسئلہ کو حل کیا جائے۔

جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ

رپورٹ سہ ماہی اجلاس مبلغین ملتان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغین کا سہ ماہی اجلاس ۲۹ رربیع الاول، یکم، ۲ رربیع الثانی ۱۴۲۸ھ دفتر مرکزیہ میں منعقد ہوا۔ شرکائے اجلاس مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ، مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا بشیر احمد، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ملتان، قاضی احسان احمد کراچی، مولانا محمد نذر عثمانی حیدرآباد، مولانا محمد علی صدیقی میرپور خاص، مولانا محمد یعقوب بدین، مولانا خان محمد جمالی تھرپارکر، مولانا فیاض مدنی گمبٹ، مولانا محمد حسین ناصر سکھر، مولانا محمد راشد مدنی رحیم یارخان، مولانا محمد اسحق ساقی بہاولپور، مولانا محمد قاسم رحمانی بہاولنگر، مولانا عبدالحکیم نعمانی چیچہ وطنی، مولانا عبدالرزاق مجاہد اوکاڑہ، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی لاہور، مولانا فقیر اللہ اختر، مولانا محمد عارف سیالکوٹ، مولانا زاہد وسیم راولپنڈی، مولانا محمد طیب فاروقی اسلام آباد، مولانا غلام مصطفیٰ چناب نگر، مولانا عبدالستار تونسوی خوشاب، مولانا عبدالستار حیدری لیہ، مولانا محمود احمد ڈیرہ غازیخان، مولانا عبدالرشید سیال مظفرگڑھ، مولانا عبدالستار گورمانی خانیوال، مولانا عبدالنعیم شیخوپورہ، مولانا غلام حسین جھنگ، مولانا عبدالخالق فیصل آباد سمیت کئی ایک علمائے کرام نے شرکت کی۔

دعائے مغفرت

حاجی محمد بخش ماموں، مولانا محمد قاسم رحمانی، بشیر احمد چچا، مولانا غلام مصطفیٰ، سید بشیر احمد دوالمیال، محمد اکرم گولا رچی، حاجی غلام محمد بھٹہ کوڑی، فرزندار جمند پیر محمد علی سرگودھا، والدہ عبداللطیف شیخ گمٹ، سعد ابن مشتاق پھوپھی زاد، مولانا محمد راشد مدنی رحیم یارخان، والد محترم سید ضیاء الحسن ناظم مجلس لاہور، اہلیہ محترمہ مولانا غلام محمد اوکاڑہ سمیت گذشتہ سہ ماہی میں وفات پاجانے والے جماعتی رفقاء کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی اور ان کی مغفرت کی دعاء کی گئی۔

نئے مبلغین کی تقرری

مجلس کے شعبہ تبلیغ میں درج ذیل نئے مبلغین رکھے گئے۔ مولانا زاہد وسیم راولپنڈی، مولانا محمد عارف گوجرانوالہ، مولانا محمد قاسم لاہور، مولانا محمود احمد ڈیرہ غازی خان، مولانا محمد یعقوب کو بدین سندھ کا مبلغ مقرر کیا گیا۔ قاری محمد یوسف نقشبندی کو کوئٹہ کا مبلغ بنادیا گیا۔ ماہنامہ لولاک میں مولانا لال حسین اخترؒ کے خطبات قسط وار شائع کرنے کی سفارش کی گئی۔ مبلغین کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے تبلیغی پروگراموں میں قادیانیوں کی مصنوعات مثلاً شیزان، او۔سی۔ایس کوریئر ڈاک کمپنی، ذائقہ گھی ملز، شاہ نواز شوگر ملز کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی طرف توجہ دلائیں۔ مولانا راشد مدنی نے بتلایا کہ ان کے ہاتھ پر ترنڈہ سوائے خاں رحیم یارخاں میں قادیانی جماعت کا مربی

ملک منیر اور دو مرزائی جاوید واہلیہ جاوید اور گوہر شاہی فتنہ سے تعلق رکھنے والے چک ۱۰۶ کے رہائشی محمد شفیق سمیت بارہ افراد نے اہل وعیال سمیت اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ الحمدللہ! اجلاس میں طے ہوا کہ مجلس کے مستقل اور ملکیتی دفاتر میں ماہانہ درس اور فکری نشستوں کا اہتمام یقینی بنایا جائے۔

آئندہ سہ ماہی کیلئے

آئندہ سہ ماہی کے لئے احتساب قادیانیت جلد گیارہ کا مطالعہ اور تلخیص لازم قرار دی گئی۔ مجلس کے مبلغین نے ملتان شہر کی درجنوں مساجد میں جمعۃ المبارک کے خطبات دیئے۔ جس میں قادیانیت کے ملک وملت کے خلاف سرگرمیوں کا تعاقب کیا گیا۔ ایک قرارداد میں چیف جسٹس آف پاکستان کی بحالی کا مطالبہ کیا گیا۔ ایک اور قرارداد میں جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے قضیہ کو مذاکرات کے ذریعہ حل کرنے پر زور دیا گیا۔ ایک اور قرارداد میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان کے گھر پر میزائل حملہ کی پرزور مذمت کی گئی اور ملزموں کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ مبلغین کو ہدایت کی گئی کہ وہ قادیانیوں سے بالمشافہ ملاقاتیں کر کے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت اور لٹریچر دیں۔ تاکہ اتمام حجت ہو سکے۔ مجلس کے شعبہ تبلیغ کو مزید متحرک کرنے، شعبہ نشر واشاعت کے زیر اہتمام نئی ایک رسائل، پمفلٹ، اسٹکرز شائع کرنے کے فیصلے کئے گئے۔

ختم نبوت کانفرنس بدین

۱۰ اپریل کو بدین میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ جس کی نگرانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بدین کے مبلغ حضرت مولانا محمد یعقوب شجاع آبادی نے کی۔ کانفرنس کی صدارت جمعیت علمائے اسلام ضلع بدین کے امیر حضرت مولانا عبدالستار چاوڑا نے کی۔ کانفرنس سے حضرت مولانا محمد علی صدیقی، حضرت مولانا عبداللہ سندھی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے حضرت مولانا اللہ وسایا اور جمعیت علمائے اسلام کے حضرت مولانا غلام محمد سومرو اور حضرت مولانا محمد عیسیٰ سموں نے خطاب کیا۔ کانفرنس میں اس وقت جوش پیدا ہوا۔ جب گولارچی سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر جناب حکیم مولوی محمد عاشق کے فرزند جناب حافظ محمد طیب فاروقی نے ولولہ انگیز خطاب کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بدین کے مبلغ مولانا محمد یعقوب شجاع آبادی نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ ۱۱ اپریل کو بعد نماز ظہر مدینہ مسجد میں گولارچی کے عوام سے حضرت مولانا اللہ وسایا نے خطاب کیا۔

ختم نبوت کانفرنس نوکوٹ

۱۱ اپریل ۲۰۰۷ء کو نوکوٹ میں بعد نماز عشاء ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ جس میں حضرت مولانا اللہ وسایا اور حضرت مولانا رب نواز حنفی اور حضرت مولانا ظہور احمد بالہ والوں نے خطاب کیا۔ حافظ حذیفہ آرائیں اور حافظ عطاء الرحمٰن نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض حضرت مولانا محمد علی صدیقی نے سرانجام دیئے۔

تبصرہ کتب!

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے!

ریحان عترت: ترتیب: حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ: صفحات:۵۱۲: قیمت: ۲۵۰روپے: ناشر: سید احمد شہید اکادیمی نفیس منزل کریم پارک لاہور

ہمارے مخدوم گرامی حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم کو اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ سے جو عشق ہے وہ آپ کے کلام سے ظاہر ہے۔ اہل بیتؓ کے حوالہ سے آپ کے پاس جو کتب کا ذخیرہ ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق شاید یکجا کسی کے پاس اتنا نہ ہو۔ اہل بیتؓ کی سیرت وسوانح پر قدیم وجدید مآخذ کا وسیع ذخیرہ آپ کے پاس ہے۔ نہ صرف یہ، بلکہ اپنے ذوق عالی کے مطابق بہت سی کتب ورسائل ان سے آپ نے شائع بھی فرمادی ہیں۔ زیر نظر کتاب میں آنحضرتﷺ سے لے کر امام المجاہدین سید احمد شہیدؒ تک سلسلہ الذہب یا بہار مصطفیﷺ کے چند شگفتہ پھولوں کا حسین اور گلہائے رنگارنگ کا گلدستہ تیار کردیا ہے۔ کتابت، طباعت، بائیڈنگ، کاغذ، سب مزاج نفیس کا آئینہ دار ہے۔ آنحضرتﷺ سے حضرت سید احمد شہیدؒ تک اس سلسلہ کے چنیدہ سادات کرام کے مستند حالات کو یکجا کردیا گیا ہے۔ یوں گوہر نایاب تک اب رسائی آسان ہوگئی ہے۔ اہل ذوق کا ذوق اس کتاب کو پڑھے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔

اصحاب محمدﷺ کا مدبرانہ دفاع: تصنیف: حضرت مولانا بشیر احمد حصاروی: صفحات:۳۵۲: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: حامد اکیڈمی میاں ٹاؤن رحیم یار خان

مشاجرات صحابہؓ وہ نازک موضوع ہے کہ جو اس وادی میں چلا، الجھ گیا۔ ہاں امت کے پاک دل، محتاط، صاحب علم، انہوں نے اس سفر کو خوش اسلوبی سے طے بھی کیا۔ ہمارے حضرت مولانا بشیر احمد حصاروی بھی اس وادی کے مسافر ہیں۔ انہوں نے بھی سفر کیا۔ کامیابی سے منزل مقصود کو پالیا؟۔ یہ بات اس کتاب کے پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ باحوالہ آسان اور عام فہم اس موضوع پر یہ کتاب ایک اضافہ ہے۔ کتاب کے ظاہری حسن وجمال کے جو تقاضے تھے وہ بھی پورے کردیئے گئے ہیں۔ خوبصورت دل لبھانے والی دیدہ زیب کتاب ہے۔

مدد صرف اللہ ہی سے کیوں: تالیف: حضرت مولانا رب نواز حنفی: ناشر: مکتبہ البخاری نزد صابری چوک گلستان کالونی لیاری ٹاؤن کراچی!

اللہ رب العزت ہی سے مدد مانگنی چاہئے۔ مافوق الاسباب سب مخلوق کے مدد کرنے والی ذات صرف اللہ رب العزت کی ہی ہے۔ اس موضوع پر ایک دلچسپ، بامفید، باحوالہ، آسان اور فیصلہ کن مکالمہ ہے۔ حضرت مولانا رب نواز حنفی ایک شعلہ نوا خطیب اور زیرک عالم ہیں۔ افراط وتفریط سے (فی الحال) کوسوں دور۔ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائیں اور ان کے فیض سے امت مسلمہ کو بھرپور حصہ نصیب ہو۔ آمین!

قبولیت دعا میں تاخیر کی حکمت!

اعجاز احمد خان سنگھانوی

حضرت مولانا قاسم صاحبؒ نے بڑی معرفت کی بات ارشاد فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کے دربار میں ایک چیز نہیں ہے، اور جس دربار میں جو چیز نہیں ہوتی اس کی بڑی قدر ہوتی ہے۔ وہ چیز کیا ہے۔ بندوں کی گریہ وزاری اور ان کی ندامت وخواری، اللہ تعالیٰ کے دربار میں ان چیزوں کو بڑی قدر ہوتی ہے۔ حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں:

کہ برابر میکند شاہ مجید اشک را در وزن باخون شہید

کہ وہ شاہ مجید برابر رکھتا ہے...... اشک گریہ کو وزن میں خون شہید کے ساتھ:

نالہ مومن ہمی داریم دوست گو تضرع کن کہ ایں اعزاز اوست

ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں۔ مومن سے کہو کہ تضرع کرتا رہے۔ کیونکہ یہ اس کا اعزاز ہے۔

حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ بہت سے مخلص جو کہ دعاء میں نالہ کرتے ہیں اور ان کے اخلاص کا دھواں یعنی ان کے آہ و نالے آسمان تک پہنچتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس سقف عالی کے اوپر تک یعنی عرش تک نالۂ گنہگاراں کی خوشبو جاتی ہے۔ مگر اس کی اجابت اور قبولیت میں دیر ہوتی ہے۔ اس تاخیر کو دیکھ کر ملائکہ خدا تعالیٰ سے زار زار نالہ کرتے ہیں کہ اے اجابت کرنے والے ہر دعا کے، اور اے وہ ذات پاک جس کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔ یہ بندہ مومن تضرع کر رہا ہے اور وہ بجز آپ کے کسی کو تکیہ گاہ نہیں جانتا ہے۔ آپ تو بیگانوں کو یعنی کفار کو عطاء کرتے ہیں۔ آپ سے ہر خواہشمند آرزو رکھتا ہے اور باوجود اس کے اس کی عرض اور درخواست قبول فرمانے میں اس قدر توقف ہوا۔ اس میں کیا مصلحت ہے؟۔

مومن کے لئے تاخیر قبولیت دعا کا عین عطاء ہونا

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تاخیر قبولیت اس کی بے قدری کے سبب نہیں ہے۔ بلکہ عین یہی تاخیر عطاء اس کی امداد اور عطاء ہے۔ کیونکہ ہم مؤمن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں۔ اس مومن سے کہو کہ تضرع کرتا رہے۔ یہی اس کا اعزاز ہے۔ جو حاجت اس کو غفلت سے میری طرف لائی ہے۔ جس حاجت نے میرے کوچہ میں اس کو پہنچایا ہے۔ اگر میں اس حاجت کو پوری کر دوں تو وہ میرے کوچہ سے پھر غفلت کی طرف واپس چلا جاوے گا۔ اگرچہ یہ دعا میں سو(۱۰۰) جان سے نالہ کر رہا ہے اور دعا کی حالت میں اس کا سینہ خستہ اور دل شکستہ ہے اور نالہ وفریاد کا مقتضاء یہ تھا کہ اس کی حاجت جلدی پوری کر دی جاتی۔ لیکن توقف اس لئے ہے کہ مجھ کو اس کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے اور دعا میں اس کا، اے اللہ! اے اللہ! کہنا اور اس کا یہ راز و نیاز اور یہ امر کہ وہ تملق اور عاجزی میں ہر ہر طرح سے مجھ کو پھسلاتا ہے۔ یہ سب مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت مولانا اس کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے خوش آوازی کے سبب قفس میں بند کر دیتے ہیں اور کوے یا الو کو قفس میں نہیں بند کرتے۔ کیونکہ ان کی آواز کانوں کو تکلیف دیتی ہے۔

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. NO. M-108

تعمیر میں تعاون کی اپیل

مسجد خاتم النبیین و مدرسہ ختم نبوت

گمبٹ ضلع خیر پور میرس سندھ

امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے سنگ بنیاد رکھا

تعمیر کا کام جاری ہے۔احباب سے تعاون کی اپیل ہے

شیخ عبدالسمیع ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت گمبٹ ضلع خیرپور میرس
فون: 0243-640076
موبائل: 0301-6685585

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نئی مطبوعات

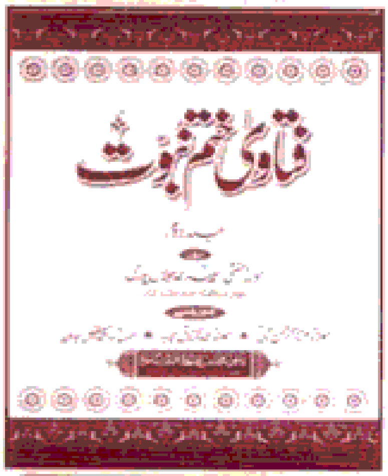

محض اللہ رب العزت کے فضل وکرم، احسان وتوفیق، عنایت ورحمت سے فتاوی ختم نبوت کی جلد اول، اور جلد دوم کے بعد اب جلد سوم (آخری) جلد پیش خدمت ہے۔ جلد اول میں ۲۹ کتب فتاوی جات سے رد قادیانیت کے فتوی جات کو یکجا تبویب کر کے شائع کیا تھا، دوسری جلد میں ان ۳۱ رسائل وکتب فتاوی جات کو یکجا کیا گیا جو فتوے علیحدہ علیحدہ کتابی شکل میں شائع ہوئے تھے۔ پہلی جلد جون ۲۰۰۵ء، دوسری جلد ستمبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی اور تیسری جلد فروری ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی ہے۔

☆......فتوی ختم نبوت جلد اول کے صفحات	۵۴۴	☆......فتوی ختم نبوت جلد دوم کے صفحات	۵۲۱
☆......فتوی ختم نبوت جلد سوم کے صفحات	۲۷۲	☆......میزان	۱۳۳۷

رب کریم کے کرم کو دیکھیں کہ قادیانی فتنہ کے خلاف پہلا فتوی سن ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوا، سوا سو سال بعد ان تمام فتوی جات کو جمع کیا گیا تو اس کے صفحات کی تعداد بھی حذف کرر کے بعد ۱۳۰۰ قرار پائی۔
اس تیسری جلد میں ۱۴ رسائل شامل ہیں، ان رسائل میں "قادیانی ارتداد" کی شرعی وقانونی حیثیت پر بحث کی گئی ہے۔

قیمت جلد اول-/150 روپے ڈاک خرچ-/60 روپے

قیمت جلد دوم-/150 روپے ڈاک خرچ-/60 روپے

ملنے کا پتہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: ۴۵۱۴۱۲۲

قیمت فی شمارہ-/10 روپے قیمت سالانہ-/100 روپے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اکابرین کے ردقادیانیت پر رسائل کے مجموعہ جات کو شائع کرنے کا کام شروع کیا ہے، چنانچہ احتساب قادیانیت ✪ جلد 1 مولانا لال حسین اخترؒ ✪ جلد 2 مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ✪ جلد 3 مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ ✪ جلد 4 حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ ✪ جلد 5 حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ✪ جلد 6 قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ ✪ جلد 7 حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ✪ جلد 8 حضرت مولانا محمد ثناء اللہؒ ✪ جلد 9 حضرت مولانا محمد ثناء اللہ امرتسریؒ ✪ جلد 10 حضرت مولانا مرتضٰی حسن چاند پوریؒ، حضرت مولانا غلام دستگیر قصوریؒ ✪ جلد 11 جناب بابو پیر بخشؒ ✪ جلد 12 جناب بابو پیر بخشؒ ✪ جلد 13 حضرت مولانا محمد شفیعؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سوہارویؒ، حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانیؒ ✪ جلد 14 مبلغ اسلام جناب ابوعبیدہ نظام الدینؒ بی اے ✪ جلد 15 شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ، شیر اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ✪ جلد 16 مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ، مفکر ختم نبوت حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ ✪ جلد 17 مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالوی، مناظر اسلام حضرت مولانا نور محمد سہارنپوری ✪ جلد 18 مناظر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد یعقوب پٹیالوی، جناب علامہ نصیر بی اے بھیروی کے رسائل کے مجموعہ پر مشتمل ہیں جو کہ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ **فلحمد للہ علی ذالک**

ان تمام اکابرین امت کے فتنہ قادیانیت کے خلاف رشحات قلم کا مطالعہ آپ کے ایمان کو جلا بخشے گا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ ، ملتان - فون : 514122